بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو (کنزالایمان)

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین (بخاری کتاب العلم، ح ۷۱)

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے

(سالنامہ ۱۴۳۷ھ)

فتاویٰ رضا دار الافتاء

(الجزء الاوّل)

مصنف

مفتی محمد محبوب رضا المصباحی

استاذ و مفتی الجامعۃ الرضویہ کلیان

رضا دار الافتاء صمد نگر بھیونڈی، تھانہ مہاراشٹر

ناشر

رضا دار الافتاء صمد نگر بھیونڈی، تھانہ مہاراشٹر

جملہ حقوق بحق رضادارالافتاء محفوظ ہیں

نام کتاب : فتاویٰ رضادارالافتاء

مصنف : حضرت مفتی محمد محبوب رضا مصباحی

پتہ : رضادارالافتاء، صمد نگر، بھیونڈی ۹۸۵۰۶۵۸۱۹۹

پروف ریڈنگ: حضرت مولانا زین العابدین، خطیب وامام سنی جامع مسجد غیبی نگر بھیونڈی

کمپیوزنگ : رضوی کمپیوٹر الجامعۃ الرضویہ کلیان

ڈیزائننگ : محمد شمشاد عالم رضوی

سن اشاعت: رمضاالمبارک ۱۴۳۷ھ، جون ۲۰۱۶ء

تعداد: ۱۱۰۰

ہدیہ: ۵۰/روپے

ملنے کا پتہ :

۱) ازہری کتاب گھر، کلیان، ممبئی

۲) الجامعۃ الرضویہ، کلیان، ممبئی

۳) نیوسلور بک ایجنسی، ممبئی

۴) نوری بک ڈپو، میمن مسجد کلیان، ممبئی

۵) اردو کتاب گھر، منگل بازار سلیپ، بھیونڈی

۶) چشتی کتاب گھر (مولانا ذاکر حسین) جانکی نگر، جنکپور، دھام

۷) حق اکیڈمی مبارک پور، یوپی

۸) رضوی کتاب گھر غیبی نگر بھیونڈی

فہرست مضامین

نمبر شمار — صفحہ نمبر

کتاب الصوم ---------------- روزے

کتاب الحج والعمرہ -------------- حج وعمرہ

کتاب النکاح ---------------- نکاح

کتاب الطلاق ---------------- طلاق

کتاب الوقف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وقف

کتاب الھبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ھبہ

کتاب الفرائض۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وراثت

کتاب الحظر والاباحة ---- کیا جائز کیا ناجائز

مقدمہ

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے :: دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

الحمد للہ عزوجل! رضا دارالافتاء، قاضی مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی محمود اختر القادری کی سرپرستی میں بڑی ذمہ داری کے ساتھ جانب منزل رواں دواں ہے۔ یہ دارالافتاء اس وقت صرف شہر بھیونڈی ہی کا دارالافتاء نہیں بلکہ آج کی تاریخ میں مہاراشٹر کا ایک مقبول اور معتمد دارالافتاء ہو چکا ہے جو یوم قیام سے ہی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا کام انجام دے رہا ہے۔

رضا دارالافتاء کے روح رواں جماعت اہلسنت کے معتمد عالم دین حضرت مفتی محبوب رضا مصباحی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں، آپ ایک باصلاحیت عالم دین اور باکمال مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی متحرک وفعال اور مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب وترجمان ہیں۔ راقم الحروف تقریباً ڈیڑھ سال سے حضرت کے ساتھ ہے اور کچھ دین متین کی خدمت انجام دے دیتا ہے، اکثر وبیشتر تبلیغی ومذہبی دورے پر بھی ساتھ رہا ہے الحمد للہ دوران سفر بھی شریعت کا مکمل پابند پایا۔

آپ میدان خطابت کے شہسوار بھی ہیں اور میدان ردومناظرہ کے رضوی شیر بھی درس نظامیہ کے کامیاب مدرس بھی ہیں اور قرطاس وقلم کے تاجدار بھی مگران تمام اوصاف میں سب سے کامل واکمل وصف یہ ہے کہ آپ ایک تجربہ کار مفتی ہیں یہی وجہ ہے کہ رضا دارالافتاء نے اپنی چھوٹی سی عمر میں بے شمار نشیب وفراز کے باوجود ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے رضا دارالافتاء سے بشکل تحریر جہاں کثیر مستند فتاوے صادر کیے وہیں شرعی عدالت کے سوالات کا برمحل جواب بھی اسٹیجوں سے عطا کیے ہیں لیکن باوجود اس کے بہت سے سادہ دل حضرات اکثر کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مسلک ومشرب کا کام نہیں ہو رہا ہے

ہمیں ان کے درد کا احساس ہے لیکن شاید ان کو اس بات کا علم نہیں کہ اصل کام کسے کہتے ہیں ہاں کما حقہ تو نہیں مگر آپ کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے اصل بنیادی کام یہی ہے آپ محسوس کریں کہ آپ کے تعاون اور فضل رب العالمین بطفیل رحمۃ اللعالمین اک تھوڑے سے عرصے میں ایک عظیم کتاب متفرق فتاوے سے متعلق یعنی ''فتاویٰ رضا دارالافتاء،، معرض وجود میں ہے امید ہے کہ آپ مستقبل میں بھی ادارہ ہذا کی اعانت کریں گے تا کہ دین وسنیت کی خدمات بہتر طریقے سے انجام دی جا سکے۔

رضا دارالافتاء سے صادر کئے گئے فتاوے کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے بغور مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ العزیز آپ کو مسرت ہوگی اور ہمیں دعاؤں سے نوازیں گے۔ اس مجموعے کا شاید کوئی ایسا سوال ہوگا جو میری نظروں سے نہیں گذرا ہو کیونکہ ترتیب وار جواب حاصل کرنا اور تیار ہو جانے کے بعد مستفتی کو طلب کر کے فتاویٰ اس کے حوالے کرنا میری ذمہ داریوں میں شامل رہا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ مصروفیت کی بنیاد پر مفتی صاحب قبلہ کو اس کا خیال نہیں رہتا کہ کس سوال کا جواب کب دینا ہے اور مستفتی کے آنے کا دن ہو جاتا اس لئے جواب کے لئے میں حضرت کو آمادہ کرتا، اس طرح فتاوے کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا جسے شائع کرنا مناسب سمجھا۔ فتاوے کی ترتیب میں ہر طریقے سے صحت کا مکمل خیال رکھا گیا ہے پھر بھی اگر کوئی خامی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع کریں اس کتاب میں اب تک کے سارے فتاوے شامل نہیں ہو سکے اگر آپ کا تعاون رہا تو بقیہ بھی عنقریب آپ کی خدمت میں پیش ہونگے۔

دعا ہیکہ اللہ عزوجل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق دے۔ آمین

طالب دعا

محمد قطب الدین رضوی رضا دارالافتاء بھیونڈی

۲۷؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

تقریظ

استاذ العلماء، محقق دوراں، فقیہ عصر شاگرد رشید حضور مفتی اعظم ہند علامہ **مفتی حسن منظر قدیری**

صاحب قبلہ دات برکاتہم القدسیہ سابق استاذ و مفتی رضوی دارالافتاء و جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف، صدر

شعبۂ افتاء برکاتی دارالافتاء الجامعۃ الرضویہ کلیان، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رضا دارالافتاء! جس کی عمر بہت ہی مختصر ہے لیکن اس کے حسن عمل کا پر مغز ثمرہ پیش نظر ہے جس کا نام ''فتاویٰ رضا دارالافتاء،، ہے۔میں نے جستہ جستہ اسے دیکھا بہت ہی حسین گلدستہ ہے پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا

حضرت علامہ و مولانا مفتی محبوب رضا مصباحی دارالافتاء کے روح رواں ہیں لفظ ''مصباحی،،ان کے علم وفن کی پختگی کا غماز ہے۔ایک سادگی پسند انسان جو بڑے خلیق، شگفتہ مزاج ہیں یوں تو عہد شباب کی پرنور فضاؤں سے گذر رہے ہیں مگر فکر ونظر میں بڑی وسعت و گہرائی ہے۔ایک تابندہ فکر معلم کی حیثیت سے جہاں درسگاہ میں علمی وفنی تجلی بکھیر رہے ہیں وہیں مجھے مجھایا فقیہانہ انداز سے استفتاء کا جواب دیتے ہیں جس میں دلیل و برہان کے ساتھ مستند کتابوں کے حوالے بھی درج کرتے ہیں ،انداز تحریر بڑے ہی محققانہ و سنجیدہ ہے اپنے تحقیقی مضامین میں چراغ جستجو ہاتھ میں لیکر سکوت شب میں کتب احایث کا مطالعہ کرتے ہیں اور جب حاصل مطالعہ سامنے آتا ہے تو باطل فرقوں کی عقیدت و صداقت کا پردہ چاک اور ان کے ایمان وعمل کا قلعہ میں شگاف ڈال دیتے ہیں۔اس کے ساتھ فن مناظرہ کا خاصا ادراک اور خطابت کے بھی فن آشنا ہیں۔

خداوند قدوس ان کے قلم کو اور روانی وتوانی بخشے اور عمر میں پیہم رحمتوں برکتوں کا نزول فرمائے آمین۔

خاک پائے اسلاف

حسن منظر قدیری

مورخہ ۱۴ رر مضان المبارک ۱۴۳۷ھ

شرف انتساب

وارث علوم اعلیٰ حضرت، مقبول عرب وعجم، مطلوب جن وبشر، مرشد اعظم، تاج الشریعہ،

علامہ اختر رضا خان قادری ازہری

دامت برکاتہم القدسیہ، قاضی القضاۃ فی الہند، بانی جامعۃ الرضا بریلی شریف

اور

سلطان الاساتذہ، رازی زماں، غزالیٔ دوراں، رئیس المتکلمین، محدث کبیر، علامہ

ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی

دامت برکاتہم القدسیہ، بانی طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی شریف

کے نام

گر قبول افتد زہے عز وشرف

محمد محبوب رضا مصباحی

رضا دار الافتاء بھیونڈی، الجامعۃ الرضویہ کلیان

۲۷؍ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ (۱) ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہلسنت میں کیا فرق ہے؟ (۲) کفر لزومی اور کفر التزامی سے کیا مراد ہے دونوں کا مطلب حوالہ کے ساتھ تحریر کریں؟
المستفتی: شمس تبریز قادری الھاس نگر

الجواب (۱) حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ضروریات دین کے متعلق رقمطراز ہیں ''وہ دینی باتیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو ،خواص سے مراد علما ہیں اور عام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علما کی صحبت میں رہتے ہوں ،، (نزھۃ القاری ،ص۲۳۹،جلدا) جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنیٰ آخری نبی ہونا ضروریات دین سے ہے کیوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ ظلی نہ بروزی۔ اور ضروریات مذہب اہل سنت کے متعلق اسی میں ہے ''اہلسنت کی ضروریات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسکا مذہب اہلسنت سے ہونا سب عوام وخواص اہلسنت کو معلوم ہو، (ص۲۳۹،جلدا) جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر میں باحیات ہونا اور جیسے عذاب قبر اعمال کا وزن۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) کفر لزومی کا مطلب یہ ہے کہ جس کلام میں کسی معنیٰ صحیح کا بھی احتمال ہو اور التزام کفر کا مطلب یہ ہے کہ جس کلام میں کسی ایسے معنیٰ کا احتمال ممکن نہ ہو جو قائل کو کفر سے بچائے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے ''اقوال کفریہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جس میں کسی معنیٰ صحیح کا بھی احتمال ہو دوسرے وہ کہ اس میں کوئی ایسے معنیٰ نہیں بنتے جو قائل کو کفر سے بچاوے اس میں اول کو لزوم کفر کہا جاتا ہے اور قسم دوم کو التزام ،لزوم کفر کی صورت میں بھی فقہا کرام نے حکم کفر دیا مگر متکلمین اس سے سکوت کرتے ہیں ،، (ص۵۱۳،جلد۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی ،۱۶ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج ذیل مسائل کے متعلق (۱) کیا جے ہند بولنا کفر ہے؟ اور ہندوستان زندہ باد کا نعرہ ۱۵ر اگست کے موقع پر لگانا چاہئے یا جے ہند

کا؟ (۲) بھارت ماتا کی جئے اس نعرے کو علمائے کرام نے کفر بتایا ہے کیا یہ درست ہے آخر کفر کی وجہ کیا ہے؟
المستفتی: مولانا شمس الحق کوسہ ممبرا (ممبئی)

الجواب اللهم هداية الحق والصواب (۱) جئے ہند بولنا کفر نہیں البتہ اس نعرہ سے احتراز لازم ہے۔ فتاویٰ شارح بخاری میں ہے ''یہ لفظ جب کوئی بولتا ہے تو اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بولنے والا ہندو ہے اس لئے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ اس قسم کے الفاظ استعمال کریں،، (جلد۲،ص۴۶۳) لیکن پندرہ اگست وغیرہ کے موقع پر ہندوستان زندہ باد کا نعرہ لگانے میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب (۲) فتاویٰ شارح بخاری میں ہے ''کسی بھی موقع پر بھارت ماتا کی جئے بولنا کفر ہے جو لوگ یہ جئے بولیں ان پر توبہ، تجدید نکاح لازم ہے، یہ ہندوؤں کے شرکیہ اعتقاد کی ترجمانی ہے ان کے اعتقاد کے مطابق ایک دیوی ہے جس کو بھارت ماتا کہتے ہیں جو ہندوستان کی مالک ومختار اور اس میں متصرف ہے جیسے گنگا جمنا کے بارے میں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ دونوں دریا نہیں دو دیوی ہے،، (جلد۲،ص۵۹۹) لہذا اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۴/رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں سنا ہے کہ حیدرآباد والے سلسلہ عارفیہ نوریہ پر فتویٰ ہے کیا یہ سنی صحیح العقیدہ نہیں؟
المستفتی: محمد قمر عالم کوسہ ممبرا معرفت مولانا شمس الحق صاحب

الجواب اللهم هداية الحق والصواب : سلسلہ عارفیہ نوریہ حیدرآباد والے گمراہ، گمراہ گر، جہنمی ہیں، عارفیوں کی طرف سے ہونے والے اجتماعات سے درج ذیل بیانات سامنے آئے ہیں۔ (۱) ایمان علماء کے پاس نہیں ملے گا اگر ایمان چاہئے تو ان لوگوں کی خدمت میں رہو (اشارہ عارفی مریدین وخلفاء کی طرف) (۲) ایمان الگ چیز ہے اور اسلام الگ چیز ہے (۳) جو مومن ہوگا اس کی لاش کبھی سڑ نہیں سکتی (۴) اشرف علی تھانوی صاحب کو کافر کہنا غلط ہے وہ توبہ کر چکے ہیں (۵) کسی فرقہ کو برا مت کہو وہابی بریلوی سب ہمارے بھائی ہیں۔ اسی وجہ سے ۱۵/جون ۲۰۱۵ء صبح دس بجے نوری مسجد نئی بستی میں شہر بھیونڈی

کے معتمد علمائے کرام اور مفتیان اسلام نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ سلسلہ عارفیہ حیدرآباد گمراہ اور گمراہ گر لوگوں کا سلسلہ ہے اس سلسلے میں مرید ہونا ناجائز وحرام، اس کے اجتماعات میں شرکت ناجائز وگناہ، ائمہ کرام اور علمائے عظام اپنی تقریروں میں اس کے بائکاٹ کا اعلان کردیں۔ سلسلہ عارفیہ کے نام نہاد مشائخ جب تک تکفیر دیابنہ اور حسام الحرمین کی تصدیق نہ کردیں اور دیگر قابل گرفت عقائد ونظریات سے توبہ نہ کرلیں اس وقت تک اس سلسلے کا بائیکاٹ جاری رکھیں۔ علمائے کرام اور مفتیان اسلام کے اس فیصلے کی تائید شیخ طریقت سید محمد جیلانی میاں پھوچھوی نے بھی کی اور انہوں نے جگہ جگہ اس سلسلے کا رد کیا اور عوام کو دور رہنے کی تاکید کی (علمائے کرام کا یہ فیصلہ مع تصدیقات عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے)

اس سلسلہ کی حقیقت جاننے کے لئے ۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ کو حیدرآباد بھی گئے، ہمارے ساتھ حضرت مولانا فخر الدین حشمتی اور حضرت مولانا قاری قطب الدین بھی تھے ہم نے وہاں کے علماء ومشائخ بالخصوص خلیفہ مفتی اعظم ہند مفتی مجیب علی رضوی سنی مرکز حیدرآباد سے ملاقات کی اور ان سے بہت ساری باتیں معلوم ہوئیں مزید بغرض تصدیق خانقاہ عارفیہ کے اندر بھی گئے ہم نے دیکھا ایک تختی دیوار سے لگی ہوئی ہے جس میں یہ لکھا ہے ''بیادگار قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند،، تین دن قیام کے دوران درج ذیل باتیں معتمد ومستند حضرات سے ہمارے سامنے آئیں (۱) اس خانقاہ کے بانی نوری شاہ ہیں جو پولس ڈپارٹمنٹ میں ملازم تھے ان کی وصیت تھی کہ خانقاہ کی پوری جائیداد خاندان سے کسی اہل کے نہ ہونے پر دارالعلوم دیوبند پر وقف ہے۔ یہ وصیت اس قدر مشہور ہے کہ حیدرآباد کا ہر باشعور مذہبی مزاج رکھنے والا اس کی شہادت دے سکتا ہے (۲) نوری شاہ کے بیٹے عارف الدین ہیں جو اب جیلانی لکھنے لگے یہ لوگ سید نہیں اور نہ ہی ان کا سلسلہ متصل ہے، عارف الدین بھی وہابیوں کی تکفیر سے منع کرتا ہے (۳) یہ لوگ اس قدر جری ہیں کہ ان کے خلاف حق بولنے والے علماء پر اپنے مریدوں کے ذریعے حملہ بھی کرواسکتے ہیں ایک دو جگہ ایسا ہوا بھی فقیر بھی اسکا شکار ہے (۴) اس کے خلفا عالم نہیں ہوتے بلکہ یہ لوگ علماء سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں (۵) اس سلسلہ میں وہابی دیوبندی قادیانی رافضی وغیرہ بھی مرید

ہوسکتے ہیں (٦) لنگر عام میں بلا تفریق مذہب ومسلک سب لوگ مدعو ہوتے ہیں اوران کے اجتماع میں لنگر لازم ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں اس سلسلہ سے وابستہ لوگوں کو سنی صحیح العقیدہ جاننا ہرگز ہرگز درست نہیں، تفصیل کے لئے مفتی مجیب علی رضوی حیدرآباد سے رابطہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۱؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سے کہا گیا کہ تم صرف فجر کی نماز ہی پڑھتے ہو ظہر، عصر، مغرب اور عشا کیوں نہیں پڑھتے ہو تو زید نے کہا کہ ظہر عصر مغرب اور عشا گئے تیل لینے، تو زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے۔ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ شکریہ

المستفتی: مومن شعیب عقیل احمد، 29 بھسار محلہ مچھلی مارکیٹ روڈ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ زید کا یہ کہنا کہ "ظہر، عصر، مغرب گئے تیل لینے"، اس جملہ سے نماز کی توہین ہوئی اور نماز کی توہین کفر ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "استخفاف کردن بعلم دین وشریعت کفر است"، (ج۴،ص،۱۴۰) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "قل ابالله وأيته ورسوله كنتم تستهزون"، (سورۃ توبہ، آیت ۱۴) لہٰذا زید توبہ کرے اور تجدید ایمان بھی اگر شادی شدہ ہو تو مہر جدید کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۷؍جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ (١) قربانی کے لئے چند لوگوں نے مل کر ایک بڑا جانور خریدا اور اس کے حصہ دار بنے مگر ایک شخص جو کہ وہابی ہے اس نے بھی اسی جانور میں حصہ لیا تو اب مذکورہ جانور کے دیگر شرکاء کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

(٢) نیز جو لوگ وہابی دیوبندی یا دیگر بدمذہبوں کے ساتھ میل جول رکھے یعنی کھانا پینا، نماز جنازہ، شادی بیاہ میں شرکت وغیرہ کریں تو ایسے لوگوں پر شرعاً کیا حکم ہے۔ مندرجہ بالا سوالات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات ارشاد فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: لال باوا پٹیل، گلیال ایس۔ این۔ ہبرگہ تعلقہ جبورگی گلبرگہ

الجواب (١) وہابی اپنے عقائد ومعمولات کے اعتبار سے کافر ومرتد ہیں اور کافر

ومرتد کی قربانی نہیں لہذا صورت مسئولہ میں وہابی کے شریک ہونے سے کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے ''ان کان شریك الستة نصرانیا اومرید اللحم لم یجز عن واحد منهم ،، ردالمحتار میں ہے ''لان نیته باطلة لانه لیس من هذه القربة فکان نصیبه لحمافمنع الجواز اصلا ،، (رد المحتار مع درمختار، جلد۹، ص ٤٧٢، کتاب الاصحیة) ایسا ہی بہار شریعت میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب۔ (۲) ایسے لوگ سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہیں، موت کے وقت انہیں کلمہ نصیب نہ ہونے کا امکان ہے اگر یہ لوگ وہابیوں کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کرنا لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے ''ایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم ،، (مسلم مقدمہ) قال اللہ تعالیٰ ''واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ،، واللہ اعلم بالصواب

کتبہ ـــــــــــــ محمد محبوب رضا المصباحی، ۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے نماز کی باتوں کو لیکر تمام علمائے کرام کو برا بھلا کہا اور بہت سے طعن و تشنیع کرنے کے بعد انہوں نے یہ بھی کہا کہ تمام علمائے کرام جہنمی ہیں اور چند باشرع گواہوں کے سامنے انہوں نے اپنے اس قول کی تصدیق بھی کی ہے تو اب ان ساری باتوں کی روشنی میں زید کے اوپر ازروئے شرع کیا حکم ہے۔ حضور والا سے گذارش ہے کہ ہمیں آگاہ فرمائیں۔ بینوا و توجروا

المستفتی: صدر عالم نظامی، امام حسین مسجد گائتری نگر، چاند تارا روڈ، بھیونڈی، تھانہ مہاراشٹر

الجواب بعون الملک الوهاب:۔ تفسیر کبیر میں امام رازی فرماتے ہیں ''من استخف بالعالم اهلك دینه ،، (جلد۸، ص۳۸۳) یعنی عالم دین کی تحقیر دین کو ہلاک کرنا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاوی خلاصہ سے ہے ''من ابغض عالمابغیر وجه ظاهر خیف علیه الکفر'' (جلد۹، نصف آخر ص ۳۰۷) عالم دین سے بلاوجہ بغض رکھنے میں بھی خوف کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے ،، صورت مسئولہ میں زید سے اگر وہ ساری باتیں ثابت ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو زید اسلام سے خارج ہوگیا۔ اس پر توبہ، تجدید نکاح لازم ہے۔ حدیث

شریف میں ہے ''ان العلماء ورثة الانبیاء ،،(ترمذی حدیث ۲۸۷۷) علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ ''فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ،،(ترمذی حدیث ۲۸۸۰) عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ اس طرح علماء کی فضیلت میں کثیر تعداد میں احادیث وارد ہیں لیکن افسوس ہے زید کی جرأت پر۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر زید توبہ نہ کرے تو اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

الاستــفتــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی بیوی نے کہا کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ہو اس پر اس کے شوہر زید نے کہا میں تم سے اپنے رب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اس قول پر شرع کا حکم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ کرم ہوگا

المستفتی: امتیاز احمد کرلا ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب :۔صورت مسئولہ میں زید کافر ہو گیا خلاصہ سے فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ ''ولو قال لامرته انت احب الی من الله تعالیٰ یکفر ،، (عالمگیری، کتاب السیر الباب التاسع، جلد۲، ص۲۵۹) لہذا زید توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **کتبــــــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۸/ ربیع الغوث، ۱۴۳۶ھ

الاستــفتــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک وہابی شخص کے گھر شادی کی تقریب منعقد ہوئی جس میں مذکورہ وہابی نے بہت سے سنیوں کو دعوت دی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن سنیوں کو دعوت میں بلایا گیا ان میں سے بعض لوگوں کو وہابی کے یہاں شادی بیاہ میں شرکت کے شرعی احکام کی خبر تھی باوجود اس کے انہیں مزید سمجھایا گیا پھر بھی وہ لوگ مکمل طور پر مثلاً تحفے تحائف، مہمانوں کی ضیافت، کھانا پینا اور دیگر معاملات میں شریک رہے۔ لہذا مذکورہ لوگوں کے متعلق حکم شرع ارشاد فرمائیں (۲) جن لوگوں نے صرف کھانے میں شرکت کی اور احکام شرع سے لاعلمی ظاہر کی ان پر از روئے شرع کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ریاض اشرفی، نئی بستی کلیان بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب :-(۱) وہابیوں کی دعوت قبول کرنا حرام اس میں شرکت حرام اشد حرام گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم ،،(مسلم مقدمہ حدیث ۱۰) لہذا جن لوگوں نے وہابی کی شادی میں شرکت کے احکام جاننے کے باوجود شرکت کی اور کھانے پینے میں شریک رہے وہ لوگ سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہوئے ان سب پر توبہ لازم ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو ان سے میل جول ترک کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ''واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین،، واللہ اعلم بالصواب

الجواب:(۲) صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے احکام شریعت نہ جاننے کا عذر پیش کیا ان پر بھی توبہ ضروری ہے کہ ساتھ کھانے کی وجہ سے تو گنہ گار ہوئے ہی وہابیوں کا ذبیحہ کھانے کی بنیاد مزید گنہ گار ہوئے فی الوقت بھیونڈی میں کوئی سنی ایسا نہیں جسے وہابیوں کے احکام معلوم نہ ہو لہذا دعوی لاعلمی معتبر نہیں ہے۔ ھذاماظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ وھواعلم بالصواب۔ **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۵ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

کتاب الصلوۃ..................نماز

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام درج ذیل شخص کے بارے میں جس کا نام زید ہے وہ تقریبا ۱۰ر سالوں سے اپنے سفید بالوں کو سیاہ کرتا ہے اعتراض کرنے پر کہتا ہے میں خضاب نہیں کرتا بلکہ مہندی میں تیل یا کوئی دوا ملاتا ہے۔ زید ۱۵ر سال سے ایک مسجد میں امامت کرتا ہے شہر کے لوگ اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کسی اور وجہ سے بھی کیا اس طرح بال کو سیاہ کرنے سے وہ امامت کے لائق ہے؟ مدرسہ کا صدر بن سکتا ہے؟ اس سے مسئلہ پوچھا جاسکتا ہے وغیرہ بینوا وتوجروا

المستفتی: عبدالشکور اسلام پورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:- فتاویٰ رضویہ میں ہے ''سیاہ خضاب حرام ہے،، (ص ۵، جلد ۹ نصف آخر) اسی میں ہے '' خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی جب اس میں کچھ پتیاں تیل کی ملادی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہوجاتا ہے یہ حسن ہے، نہ کہ اتنا تیل ملادیا جائے کہ سیاہ کردے یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب خوب صاف ہوگئے اس پر

تیل چھوڑا کہ وہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جنکو ''اجتنبوا،، فرمایا''لا یجدون رائحة الجنة،، فرمایا جس پر'' سود اللہ وجھه،، فرمایا،، (جلد۹،ص۱۹۲،نصف آخر) اسی میں ہے''مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے حرام ہے، قیامت کے دن اون کے منھ کالے کئے جائیں گے،، (جلد۹،ص۱۰۵،نصف آخر) اسی میں ہے'' بالفرض اگر خالص مہندی سیاہ رنگت لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا یوں ہی نیل اور مہندی کا میل یا کوئی ملا ہو جو کچھ سیاہ رنگ دے سب حرام ہیں،، (جلد۹،ص۳۳،نصف اول) لہذا! زید کے تمام حیلے بے سود، جس رنگ سے سفید بال سیاہ ہو جائیں یا سیاہ نما ہو جائیں وہ حرام ہے، زید فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارات کی بنیاد پر فاسق معلن ہے اس کی اقتدا میں جتنی نمازیں پڑھی گئیں سب کا اعادہ واجب ہے وہ نہ کسی دینی ادارہ کا ممبر بن سکتا ہے اور نہ کسی مسجد کا امام، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں یہاں تک کہ اعلانیہ توبہ کرلے، اگر اعلانیہ توبہ نہیں کرتا تو اسے عالم دین کہنا حرام، اس کی تعظیم حرام، اس سے سلام میں پہل ناجائز، اسے کوئی دینی عہدہ دینا حرام، اس کی باتوں پر اعتماد ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷ر جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا موذن اور نائب امام ہے جو تقریبا سوا گیارہ بجے رات میں ایک اجنبیہ عورت کے ساتھ ایک کمرے میں اس حالت میں پایا گیا کہ اندر سے دروازہ بند تھا اس عورت کا بھائی اور اس کا بھانجہ جب دروازہ کھولنے کو کہا تو زید کو اندر پایا جس کی بنیاد پر اس عورت کے بھائی نے زید کو سخت برا بھلا کہا اور مسجد کی ٹرسٹ کو خبر دی یہ بات پورے علاقے میں پھیل گئی، ٹرسٹ نے زید کو اذان دینے سے روک دیا کہ جب تک مفتیان کرام فیصلہ نہ کردیں دوبارہ نہ بلایا جائے۔ زید کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس عورت کے یہاں پہلے سے بھی آتا جاتا ہے اب زید کو حالات سمجھنے کے لئے ٹرسٹ نے بلایا مگر آنے سے انکار کردیا اور اپنے کچھ حامی کو لیکر (جس میں کچھ علماء، عوام، عورتیں شامل ہیں) اراکین کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانا شروع کردیا انہیں علماء نے زید کو بلایا توبہ کرائے مسجد کی خدمت پر مقرر کردیا اور مسجد کے اراکین کو نااہل

قرار دے کر استعفیٰ کا مطالبہ کیا ان علماء نے یہ کہا کہ ہم لوگوں کو گھروں میں فاتحہ وغیرہ کے لئے جانا پڑتا ہے بسا اوقات گھر میں کوئی نہیں ہوتا سوائے عورت کے۔ زید یہ اقرار کرتا ہے کہ میں دعا تعویذ کے لئے گیا تھا اور برابر جاتے رہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ (۱) زید عند الشرع مجرم ہے یا نہیں؟ (۲) علماء کا مذکورہ فیصلہ عند الشرع کیسا؟ (۳) ٹرسٹ سے استعفیٰ کا مطالبہ کیسا؟ قرآن وحدیث سے جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: اراکین مدینہ مسجد مالونی

الجواب بعون الملک الوھاب: (۱) اجنبیہ کے ساتھ تنہائی سخت ناجائز وحرام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لایخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھا الشیطن"، (ترمذی کتاب الرضاع حدیث ۱۲۰۵) یعنی جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع ہوتا ہے تو تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے جو ان دونوں کو برائی پر ابھارتا ہے۔ درمختار میں ہے "الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام"، (کتاب الحظر والاباحہ فصل فی المس والنظر، ج۹، ص۵۲۹) فتاویٰ رضویہ میں ہے "اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے (ج۹۔ص ۱۶۵، نصف آخر) لہذا صورت مستفسرہ میں زید سخت گنہ گار اور فاسق ہوگیا نہ وہ اذان دینے کے قابل ہے اور نہ لائق امامت، زید کا یہ اقرار کہ دعاء اور تعویذ کے لئے آتے جاتے رہتا ہوں، اس سے ظاہر ہوا کہ زید احکام شرع سے نابلد ہے، زید کے ان تمام افعال قبیحہ کی وجہ سے اگر ٹرسٹ نے اذان دینے سے منع کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ شریعت کے مطابق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲):۔ علماء کا مذکورہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہے جن لوگوں نے زید کی حمایت کی اور بلا توبہ اسے مقرر کر دیا وہ سب گنہ گار ہوئے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "لاتعاونوا علی الاثم والعدوان"، (مائدہ آیت ۲) ان سب پر توبہ لازم ہے۔ فاتحہ اور تعویذ اجنبیہ سے خلوت اور بے پردگی کے لئے سبب جواز نہیں، گناہ بہرحال گناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۱/شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

تصدیق: واقعی فاتحہ اور تعویذ کے بہانے اجنبیہ سے خلوت وجہ جواز نہیں ہوسکتی ٹرسٹ نے اس سلسلہ میں جو اقدام کیا وہ بالکل قانون شریعت کے مطابق ہے۔ الجواب الصحیح: واللہ اعلم۔

حسن منظر قدیری، ۱۱/جون ۲۰۱۵ء، برکاتی دار الافتاء الجامعۃ الرضویہ کلیان

تصدیق :سوال میں جو باتیں زید یا علماء سے متعلق مذکور ہیں اگر واقعی وہ باتیں واقعہ کے مطابق اور صحیح ہے تو زید اور ان علماء کا وہی حکم ہے جو فاضل مجیب نے تحریر کیا ہے۔

الجواب الصحیح: واللہ تعالیٰ اعلم:

محمد محمود اختر القادری عفی عنہ، خادم الافتاء رضوی امجدی دار الافتاء، ممبئی

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے علاقے مالونی میں مولوی ہیں جو صاحب جو مدینہ مسجد کے سابق امام ہیں اور ایک بار جامع مسجد میں بھی عصر کی نماز پڑھائی، پچھلے پندرہ دن سے ان کی عاشقی کے چرچے عام ہیں۔ابھی امبوز واڑی کی خاتون کا مسئلہ حل نہ ہوسکا کہ ایک اور خاتون سے عشق کی داستان سامنے آئی۔ایک کیسٹ جس میں مولوی صاحب اپنی معشوقہ سے (جسے وہ لیلیٰ کہتے ہیں) اس قدر نازیبا و نامہذب جملے کہہ رہے ہیں جو نا قابل تحریر ہیں۔شب عروسی کا منظر نامہ نامحرم عورت سے بیان کرنا اللہ کی پناہ ہم تحریر سے قاصر ہیں ثبوت کے لئے کیسٹ موجود ہے۔براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایئے کہ عالم بن جانے کے بعد نامحرم عورت سے آمنے سامنے اور فون پر اس طرح گفتگو کرنے والے کے پیچھے جو نمازیں پڑھیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہیں اور اب مولوی صاحب پر کیا شرعی حکم ہے۔؟ایسے عالم سے فاتحہ خوانی درست ہے؟

المستفتی :مہتاب عالم خان، ملاڈ مالونی

الجواب بعون الملک الوهاب:۔صورت مسئولہ میں میں برتقدیر صدق سوال سائل ایسا شخص فاسق معلن ہے جو نہ قابل امامت ہے اور نہ ہی اس کی گواہی معتبر بلکہ اسے عالم دین کہنا بھی درست نہیں اس کی اقتدا میں جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان سب کا اعادہ لازم نہ وہ امام بنایا جائے اور نہ کسی دینی پروگراموں میں منبر پر بٹھایا جائے کہ فاسق قابل تعظیم نہیں بلکہ اس کی توہین لازم ہے۔حدیث شریف میں ہے ”اذا مدح الفاسق اهتزله العرش ،،(مشکوۃ) یعنی فاسق کی تعریف سے عرش کانپنے لگتا ہے اور فقہ کا ضابطہ ”فی تقدیمه تعظیم ،،اسے فاتحہ خوانی اور دیگر قابل تعظیم وتوقیر امور سے منع کر دیا جائے گا،فاسق کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ سے متعلق در مختار میں ہے ”کل صلوة ادیت مع کراهة التحریم

تجب اعادتھا،، (کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ، ج ۲۔ص ۱۴۸)۔واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۸؍ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

الاستـــــفتـــــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ (۱) کہ خالد کو کسی مسجد میں فریضہ امامت انجام دیتے ہوئے تقریبا ایک سال سے زائد عرصہ گزر چکا اور اس درمیان مسجد کی کمیٹی اور مصلیوں کو ان کے اندر کسی طرح کا کوئی شرعی عذر یا نقص نظر نہیں آیا لیکن کمیٹی کے دو افراد اور خالد کے مابین کسی بنا پر نزاع ہوا جس کی وجہ سے وہ دونوں خالد سے بغض اور حسد کرنے لگے اور ان کو منصب امامت سے معزول کرنے کے لئے کسی بہانہ کی تلاش وجستجو میں لگے رہے اور بالآخر کچھ جھوٹے الزامات لگا کر ان کو امامت سے ہٹا دیا گیا۔ جب کسی نے کہا کہ امامت سے ہٹانے کے لئے شرعی عذر یا نقص کیا ہے؟ تو ان لوگوں نے امام اور کمیٹی کے درمیان نا اتفاقی کرانے، ایک دوسرے کی غیبت کرنے، جھوٹ بولنے اور کمیٹی پر صرف دس ہزار روپئے تراویح کا نذرانہ دینے کے الزام لگائے جبکہ کمیٹی نے اٹھائیس ہزار روپئے دئے تھے۔ ان تمام افعال قبیحہ کے مرتکب ہونے کا بہتان اور جھوٹے الزامات لگا کر نوری دارالافتاء بھیونڈی سے فتویٰ کی شکل میں ایک شرعی دلیل اور جواز حاصل کر کے خالد کو عہدہ امامت سے برخاست کر دیا کیونکہ ان کے استفتا پر مفتی صاحب نے کچھ اس طرح فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ (**الجواب**) صورت مذکورہ میں امام موصوف کی جو صفت بتائی گئی ہے مثلا مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، تراویح پڑھانے پر نذرانہ کا فرض کرنا۔ اگر واقعۃ یہ سب صفتیں اس امام کے اندر ہیں تو جب تک ساری چیزوں سے بصدق دل توبہ نہ کرے ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی جلد از جلد امامت سے اس کو معزول کیا جائے، اس قدر شرعی جرائم جانتے ہوئے بھی اگر اراکین اس کو امامت پر بحال رکھنے لگے تو وہ بھی مجرم ہونگے۔ الخ) لیکن خالد فتوے میں لگائے گئے تمام الزامات کو اپنے اوپر بہتان اور جھوٹ تسلیم کرتا ہے اور مسجد کے مصلین بھی ان الزامات کو بہتان اور کذب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں مصلیوں کا کہنا ہے کہ ہم گواہ ہیں اور اگر گواہی کے لئے طلب کیا گیا تو حاضر ہونے کے لئے تیار ہیں کہ خالد پر سب بے بنیاد

الزامات عائد کیے گئے ہیں اور وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ لہذا اب صورت مذکورہ میں عرض یہ ہے کہ جب چند عادل گواہوں (جن کے اسماء یہ ہیں (۱) شفیق احمد اشرفی (۲) آفتاب عالم ()محبوب عالم (۳) عاشق علی (۴) اسلم مقادم (۵) ایاز احمد (۶) محمد سعید عبد الکریم (۷) معین الدین (۸) عبد المجید (۹) محمد قاسم وغیرہ کے ذریعہ یہ ثابت ہو چکا کہ تمام الزامات بے بنیاد اور جھوٹے ہیں اور خالد ان تمام الزامات سے بری ہے تو کیا عند الشرع خالد پر لگائے گئے فتوے کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اور ان کو منصب امامت پر فائز کرنا چاہیے یا نہیں؟ فقہی دلائل کی روشنی میں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ (۲) کسی پر (بالخصوص کسی سنی عالم دین، حافظ قرآن یا امام) پر کذب گوئی، غیبت کرنے، بین المسلمین تفریق کرنی یا اور دیگر قبیح امور کے مرتکب ہونے کا جھوٹا الزام لگانا اور خاص طور سے بغض وحسد کا الزام لگانا کیسا ہے؟ اور الزام ثابت نہ ہونے کی صورت میں الزام لگانے والے پر شرعا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ اور اگر انہوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں ہوں تو ان نمازوں کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اکثریا تمام افراد کو بتائے بغیر کسی کا اپنی من مانی کرتے ہوئے پوری کمیٹی کی طرف منسوب کرتے ہوئے فتویٰ حاصل کرنا کسی کے خلاف کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والے پر عند الشرع کیا حکم ہے؟ (۳) کیا تراویح کا نذرانہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کتنا اس کی ایک حد بتائیے اور اگر ناجائز ہے تو پھر حفاظ کیوں لیتے ہیں؟ اور لوگ کیوں دیتے ہیں؟ اور یہ ناجائز فعل رمضان کے مقدس مہینہ میں کیوں کرتے ہیں؟ اور علماء ومفتیان کرام کی کیا یہ ذمہ داری نہیں بنتی کہ وہ اس پر روک لگائیں اور کی کسی کے سامنے اپنی دلی خواہش کا اظہار کرنا حرص کہلاتا ہے اور حرص کرنے والا عند الشرع مجرم ہو جاتا ہے؟ اور کیا مسجد سے تراویح کے چندہ کا اعلان کرنا اور جھولی گمانا، اور پھر ان پیسوں سے ہار پھول خریدنا، امام، موذن، خادم اور حافظ اور کمیٹی کے افراد یا غیر کمیٹی کے افراد کے لئے تحفہ تحائف خریدنا، لوگوں کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کرنا، بھنگی اور صفائی کرنے والے کو دینا درست ہے یا نہیں؟ اور کیا کمیٹی کو یہ حق اور اختیار ہے کہ ان پیسوں کو جہاں چاہے خرچ کرے؟ (۴) کسی مسجد کی کمیٹی تشکیل دینے کے لئے عند الشرع کیا کیا شرائط ہیں اور اس کمیٹی میں شامل ہونیوالے افراد کیسے اور کن اوصاف کے ساتھ شرعا متصف

ہونا چاہیئے اور اگر کمیٹی کا کوئی فرد پنج وقتہ نماز پابندی کے ساتھ ادانہ کرتا ہو بلکہ اذان سنکر بھی بیٹھا ہی رہتا ہو اور جان بوجھ کر اکثر ترک جماعت کرتا ہو اور ان کی زبان پر گالی گلوچ رہتی ہو تو کیا ایسے شخص کو مسجد کی کمیٹی میں شامل رکھنا عندالشرع درست ہے؟ اور کیا اس کو یہ حق حاصل ہے کہ امام کا انتخاب کرے اور معزول کرے؟ (نوٹ) فتویٰ آنے کے بعد اس امام سے چار وقت کی نماز پڑھوائی گئی اور پھر نماز پڑھانے سے منع کر دیا گیا لہذا پڑھائی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اگر نماز نہ ہوئی ہو تو۔ جواب عنایت فرمائیں۔ احسن اللہ جزاہٗ

المستفتی: مظہر الحق، ملاڈ ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے" والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبو فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا،، (الاحزاب، ۵۸) جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہ پر اذیت پہچاتے ہیں یقیناً انہوں نے بہتان اور بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ حدیث شریف میں ہے"عن ابی ذر انه سمع النبی ﷺ یقول لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالك ،، جو شخص دوسرے پر فسق اور کفر کی تہمت لگائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کے کہنے والے پر لوٹتا ہے،، (بخاری کتاب الادب، حدیث ۶۰۴۵) لہذا صورت مستفسرہ میں جب خالد پر بے بنیاد الزامات ہیں تو قاضی اسلام بھی خالد کو عہدہ امامت سے معزول نہیں کرسکتا۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے"اگر زید وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب نہ اسکی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت ہو تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے"لیس للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة (ج ۳، ص ۲۴۱) خالد پر بے بنیاد الزام لگانے والے اور اس بے بنیاد الزام کی وجہ سے خالد کو امامت سے معزول کرنیوالے سخت گنہ گار ہوئے، حدیث شریف میں ہے" من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله ،، (معجم اوسط حدیث ۳۶۰۷) یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے

ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی۔سب پر لازم ہے کہ خالد سے معافی مانگ کر توبہ بھی کریں اور دوبارہ اسے عہدہ امامت پر فائز کریں ورنہ سارے مسلمان اور مصلیان پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کریں۔ واضح ہو کہ کسی امام کو معزول کرے کے لئے دارالافتا کا صرف فتویٰ کافی نہیں بلکہ یہ ثابت ہونا لازم ہے کہ امام فی الواقع مجرم ہے اور شرعی گواہ بھی موجود ہوں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جرم ثابت ہونے کے بعد توبہ صادقہ نہ کرے اور یہاں سب کچھ مفقود، تو معزول کرنا گناہ ہوا توبہ لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) من مانی سے اگر یہ مراد ہے کہ یہ شخص شریعت کا لحاظ نہیں کرتا ہے۔ اپنی بات منواتا ہے رائے اور مشورے کے بغیر اپنی بات کو ترجیح دیتا ہے کسی دینی معاملہ میں مشورہ نہیں لیتا تو اب ایسا شخص کسی عہدے کے لائق نہیں۔ علماء سے بغض رکھنے والا اور جھوٹا الزام لگانے والا شریعت اسلامیہ میں منافق صفت انسان ہے ایسا شخص مسجد اور مدرسے کا ٹرسٹی نہیں بن سکتا بنانے والے گنہ گار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۳) تراویح کا نذرانہ اگر بلا طلب وتعین ملے تو اسے ناجائز نہیں کہا جائیگا تراویح کے نذرانے سے مراد مسجد کے تمام خدام کی خدمت ہے اور چندہ دینے والوں کی یہی نیت ہوتی ہے اور انہیں معلوم ہے کہ یہ چندہ صرف حافظ کے لئے نہیں بلکہ جملہ اسٹاف کے لئے ہوتا ہے جسمیں گل پوشی وغیرہ بھی شامل ہے لہذا جب چندہ دینے والوں کو پہلے سے معلوم ہے کہ یہ رقم فلاں فلاں مصرف میں خرچ ہوگی تو اس مین حرج نہیں کہ سارے اسٹاف وخدام کو نذرانہ دیا جائے البتہ کمیٹی یا غیر کمیٹی کے فرد کے لئے تحفہ خریدنا ناجائز ہچائے نوشی کا انتظام کرنا ناجائز کہ چندہ دینے والے کو اسکا علم نہیں ہوتا اور نہ انہیں پہلے سے معلوم ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس مصرف کے لئے چندہ کیا جائے ساری رقم اسی مصرف میں لگائی جائے گی کمیٹی کو اس میں کچھ اختیار نہیں ھکذا فی الفتاوی الرضویہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب (۴) ہمارے علماو مفتیان کرام نے مسجد یا مدرسہ کے ارکان وممبران کے لئے جو شرطیں بیان کیں ان میں سے بعض اہم یہ ہیں (۱) سنی صحیح العقیدہ ہو (۲) گناہ کبیرہ سے باز رہتا ہو (۳) صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو (۴) مخلص ہو (۵) علماء سے محبت رکھتا ہو وغیرہ

لہذا اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھتا ہو یا ترک جماعت کی عادت بنالیا ہو یا گالی دیتا ہو تو ایسا شخص ہرگز ہرگز کسی مسجد و مدرسہ بلکہ کسی دینی ادارے کا ممبر نہیں بنایا جائے گا اور اگر بن چکا ہو تو اسے معزول کردیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید (جو کہ ایک مسجد میں امامت کررہے ہیں) کے اندر اس طرح کی باتیں پائی جاتی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے۔ مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔ ☆ شروعاتی امامت میں ٹی وی دیکھنا ☆ فلمیں اور مزاحیہ اداکاروں کی ویڈیو دیکھنا ☆ بازار میں چپل کی دوکان پر بیٹھنا ☆ بازار میں گولے کی گاڑی پر بیٹھنا ☆ ضد کر کے تراویح والے امام صاحب اور موذن صاحب کو ڈھابے پر لے جانا ☆ بار بار ڈھابے (نوجوانوں کے لئے لہو لعب کی جگہ مانا جاتا ہے) پر جانا ☆ نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو دیکھنا ☆ سدھرنے کا موقع دینے پر سامنے والے کی غلطی بتانا

المستفتی: مومن محمد صہیب عقیل احمد، ۲۹ / بھسار محلہ، جونی مچھلی مارکیٹ روڈ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔صورت مستفسرہ میں امام سخت گنہ گار فاسق معلن ہے کہ فلم دیکھنا حرام، اجنبی عورتوں کی طرف قصداً بے پردہ کی حالت میں نظر کرنا حرام، وہ ہرگز ہرگز امامت کے لائق نہیں اس کی اقتدا میں جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان سب کا اعادہ واجب ہے۔ درمختار میں ہے "کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا"، (ج ۲، ص ۱۴۸) اس امام کو فوراً معزول کردینا واجب ہے البتہ بعد توبہ صادقہ وبعد استقامت علی التوبہ دوبارہ امام بنایا جاسکتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیری سے فتاویٰ رضویہ میں ہے "الفاسق اذا تاب لا یقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذالک مفوض الی راء القاضی (جلد ۳، ص ۲۱۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۳ / جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: عظیم المرتبت عزت مآب عالی جناب مفتی محبوب رضا صاحب۔۔ السلام علیکم میں انجمن جامع مسجد ٹرسٹ (مالونی) میں شامل ہوں اور بفضل ربی باشرع مسلمان

ہوں۔۲۸/جون ۲۰۱۵ء کو میں عصر کی نماز ادا کرنے جامع مسجد جارہا تھا، مسجد کے صدر دروازے کے پاس میں نے دیکھا زید اور بکر آپس میں باتیں کررہے تھے، مجھے بکر نے آواز دی، میں رکا تو زید نے مجھ سے کہا ”میں نے شادی کرلی،،!(چونکہ بکر، نانا، دادا، بن چکے ہیں اس لئے) میں نے تعجب سے پوچھا کیا واقعی آپ نے شادی کرلی؟ اس پر انہوں نے کہا ہاں میں نے امبوز واڑی کی ایک بیوہ سے نکاح کیا۔ پھر ساتھ میں کھڑے ایک آدمی سے گواہی دینے کو کہا تو اس آدمی نے کہا میں نے ہی ان کی شادی کروائی۔ اس درمیان جامع مسجد کے امام آئے انہوں نے بھی مجھ سے کہا مجھے معلوم ہے ۵/۷/دن پہلے (زید نے امبوز واڑی کی بیوہ سے نکاح کرلیا) بہر حال میں نے خوشی کا اظہار کیا، مبارکبادی۔ دوسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ زید کچھ لوگوں کے درمیان میرا مذاق اڑا رہے ہیں کہ مہتاب بھائی ہم نے اچھا بیوقوف بنایا، اب وہ لوگوں سے بولتے پھریں گے اور لوگ ان کا مذاق اڑائیں گے۔ یہ سن کر میں نے امام کو فون پر پوچھا کہ ”زید کا نکاح ہوا،، انہوں نے کہا ”نہیں،، پھر میں نے پوچھا لیکن کل تو آپ نے کہا تھا نکاح ہوگیا اس پر امام نے بات کو ہنسی میں ٹال دیا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ (۱) امام مذکور جو جامع مسجد کے امام ہیں انہوں نے میرا مذاق اڑانے، مجھے تماشہ بنانے کی سازش میں شامل ہوکر جھوٹی گواہی دی، ان کے پیچھے میری نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ (۲) انہیں اس جھوٹ پر حقوق العباد کے طور پر صرف مجھ سے معافی مانگی ہے یا اعلانیہ توبہ کرنا بھی ہے۔؟ (۳) زید جو اس جھوٹ کی سازش رچے ان پر کیا شرعی حکم ہے۔؟ چوں کہ وہ کہیں امامت نہیں کررہے ہیں بس فاتحہ خوانی میں حصہ لیتے ہیں، کہیں مذہبی تقریر کرتے ہیں۔ (۴) زید اور امام کی جھوٹ کی وجہ سے مذکورہ خاتون (جس سے نکاح کی بات مشہور کی گئی) کی جو بدنامی ہوئی اس پر کیا شرعی حکم ہے۔؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: مہتاب عالم خان، پلاٹ نمبر ۴، مالونی ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب: (۱-۲) مذاق اڑانے اور جھوٹی گواہی دینے کی وجہ سے امام مذکور کی اقتدا میں نماز جائز نہیں اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور آپ سے بھی معافی مانگے کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمانوں کا مذاق اڑانا بھی،

اور گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق معلن ہوتا ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے''فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب،، (جلد۳،ص۲۵۳) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے''واجتنبوا قول الزور،، (الحج،۳۰) اور جھوٹی بات سے بچو۔سورہ مومن میں ہے''ان اللہ لایھدی من ھو مسرف کذاب،، (المومن،۲۸) بیشک اللہ حد سے بڑھنے والے جھوٹے کو ہدایت نہیں دیتا۔واللہ اعلم بالصواب

الجواب: (۳) اس شخص پر بھی وہی حکم ہے جو جواب نمبر۱،اور۲، میں مذکور ہے نہ اسے کسی مذہبی جلسے میں مقرر بنایا جائے اور نہ ہی فاتحہ خوانی کرائی جائے۔واللہ اعلم بالصواب

الجواب: (۴) دونوں پر لازم ہے کہ مذکورہ خاتون سے معافی مانگیں اور توبہ کریں ورنہ مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ ان کا بائیکاٹ کریں۔قال اللہ تعالیٰ''واما ینسینك الشیطن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔(القرآن) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی،۱۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ

تصـــدیـق: فتویٰ مع استفتاء،، برائے تصدیق وتائید لایا گیا، مجیب نے صحیح جواب تحریر کیا ہے اضافے کے طور پر اتنی بات واضح کرنی باقی رہ گئی کہ اگر وہ دونوں صدق دلی سے برملا معذرت خواہ ہو جائیں کہ مجھ سے غلطی ہوئی اور آئندہ ایسا نہ ہوگا نیز یہ کہ طرفین سے بھی معافی مانگ لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا تاکہ ان کا مستقبل تاریک نہ ہو سکے۔واللہ تعالیٰ اعلم بصورت توبہ امامت وقیادت میں قباحت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

نعیم اختر غفرلہ، خادم الافتاء سنی دار العلوم محمدیہ، محمد علی روڈ ممبئی

الاستـــفـتـــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔مسافر اگر ظہر کی نماز دو رکعت پڑھنے کے بجائے چار رکعت پڑھے اس امید پر کہ ثواب ملے گا تو کیا حکم ہے۔

المستفتی: عبدالرشید کرلا پائپ لائن ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب: مسافر پر قصر واجب ہے یعنی چار رکعات

والی فرض نماز اس کے حق میں دو رکعت ہو جاتی ہے لہذا اگر کوئی مسافر قصر نہ کرتے ہوئے دو کے بجائے چار رکعات پڑھے تو گنہ گار ہوگا۔ البحر الرائق میں ہے ”منها قصر الصلوٰة والمراد وجوب قصرها حتیٰ لواتم فانه آثم عاص لان الفرض عندنا من ذوات الاربع رکعتان فی حقه لاغیر ،، (کتاب الصلوٰۃ باب المسافر، جلد۲، ص۲۲۹) امام اہلسنت سے سوال ہوا ”اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ ودانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ تو آپ جواب دیتے ہیں ”بیشک گنہ گار اور مستحق عذاب ہوگا ،، (فتاویٰ رضویہ، جلد۳، ص۶۶۷) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۲ر جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں سوال؟ کہ پنج وقتہ نمازوں میں سے کس نبی نے کون سی نماز سب سے پہلے ادا کی، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد وجہ القمر فیضی، الماس پارک کھڑاولی، (ویسٹ)

الجواب بعون الملک الوهاب :-اس بارے میں اقوال مختلف ہیں لیکن قرین قیاس اور راجح قول یہ ہے کہ صبح کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی، ظہر کی نماز حضرت داؤد نے، عصر حضرت سلیمان نے، مغرب حضرت یعقوب نے اور عشاء حضرت یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام نے، امام اہلسنت چاروں اقوال نقل کرنے کے بعد قول چہارم کے متعلق فرماتے ہیں ”فقیر کی نظر میں ظاہراً قول اخیر کو سب پر ترجیح ،، مزید فرماتے ہیں بخلاف قول چہارم کہ اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہر وہی مرجح وقرین قیاس ،، (فتاویٰ رضویہ، ج۲۔ص۱۷۵) اختصار کے پیش نظر فقیر نے قول چہارم کو نقل کر دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبـــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۴ر جمادی الآخر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کی چاروں جانب لوم کے کارخانے ہیں جس کی وجہ سے امام کی آواز پیچھے والے مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز پنجگانہ وجمعہ وعیدین کی نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر سکتے

ہیں یا نہیں۔ مدلل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد معین الدین نظامی، خطیب و امام رحمت مدینہ مسجد پیرانی پاڑہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب:۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں بلکہ اس کی نقل ہے جو آواز کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے فقہا نے ایسی آواز کو صدا قرار دیا ہے اور صدا کسی چیز کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے اس لئے صدا سے اگر کوئی سجدہ آیت سنے تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے ''فی الخلاصة "ان سمعها من الصدا لاتجب،، تنویر الابصار میں ہے ''لاتجب بسماعه من الصدا،،(مع درمختار ورد المحتار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة، ج۲،ص ۵۸۳) خلاصہ یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت میں صدا متکلم کی عین آواز سے خارج ہے تو نماز میں بھی خارج قرار پائے گی جو تلقن میں الخارج ہے اور خارج سے تلقن مفسد نماز ہے۔ ردالمحتار میں ہے ''المؤتم لو تلقن من خارج بطلت صلوته،، ایسا ہی فتاویٰ رضویہ میں ہے (جلد۳۔ص ۴۱۲) لہذا لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جس کا پھر سے پڑھنا لازم ہوگا یہی فتویٰ ہمارے اکابرین کا ہے جس میں حضور مفتی اعظم ہند، حضور صدر الشریعہ، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضور شیر بیشہ اہلسنت، حضور مفتی اجمل صاحب سنبھلی، حضور مفتی شریف الحق امجدی، حضور سید آل مصطفیٰ مارہروی،، (دیکھئے فتاویٰ امجدیہ، جلد ا۔ص ۱۹۰) مع ھاشیہ، تحقیق الاکابر لاتباع الاصاغر، القول الازھر فی الاقتداء بلاؤڈاسپیکر) اور یہی حکم مفتی اعظم دہلی شاہ مظہر اللہ شاہی امام فتح پوری جامع مسجد کا ہے۔ (فتاویٰ مظہری۔ص ۱۲۱) بلکہ حضور مفتی اعظم ہند کا فتویٰ جو نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز سے متعلق ہے اس کی تصدیق اور تائید حضور محدث اعظم کچھوچھوی نے ان الفاظ میں کی ''ھذا حکم العالم المطاع وماعلینا الاالاتباع،، یعنی یہ حکم ایک ایسے عالم کا ہے جس کی اطاعت واتباع ہم پر لازم ہے، اور یہی حکم حضور حافظ ملت نے صادر فرمایا (تحقیق کے لئے دیکھئے فتاویٰ فیض الرسول وفقیہ ملت وفتاویٰ اجملیہ) پس پنج وقتہ اور جمعہ وعیدین کسی نماز میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں لوم کی آواز سے بچنے کے لئے ہر نماز میں مکبر کا انتظام ممکن ہے بلکہ مکبر کا انتظام ضروری ہے کہ یہ

سنت متوارثہ مردہ ہورہی ہے. جس کو زندہ کرنے میں اجر عظیم بھی ہے۔ حضور بحرالعلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں ”جن لوگوں نے بالقصد لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کی ان کی نماز صحیح نہیں ہوئی،، (فتاویٰ بحرالعلوم، جلد ا۔ص ۳۲۵) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷؍ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کیسی؟ مجبوری کی صورت میں کیا حکم ہے. جس مسجد میں میں نماز پڑھتا ہوں وہاں کے ٹرسٹیان بضد ہوں تو؟ بینوا و توجروا

المستفتی: خان مسلم غیبی نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء جائز نہیں جس مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر لوگ بضد ہوں اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو وہاں مکبر کا انتظام لازم ہے اور مکبر کو تاکید کی جائیکہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اعتماد نہ کرے بلکہ امام کی اصل آواز پر اقتدا کریں۔ یہ مسئلہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے پہلے فقہی سیمنار میں زیر بحث آیا جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ (۱) لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی عین آواز نہیں ہے اس لئے محض لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز پر اقتداء ہم احناف کے نزدیک صحیح نہیں۔ بالفرض یہ آواز ماہیت کے اعتبار سے متکلم کی آواز بھی ہو تو حکماً یہ اصل آواز نہیں لہذا اب بھی محض اس آواز پر اقتدا درست نہیں ہوگی (منعقدہ ۱۶؍۱۷؍ رجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۲؍۳؍ دسمبر ۲۰۰۴ء) (۲) جہاں کہیں نماز میں لاؤڈ اسپیکر پر لوگ جبر کریں وہاں مکبرین کا بھی انتظام کیا جائے اور مقتدیوں کو مسئلہ کی صورت سے آگاہ کرتے ہوئے ہدایت کی جائے کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا نہ کریں مکبر کی آواز پر اقتدا کریں،، (فیصلہ جات شرعی کونسل آف انڈیا، ص ۳۸) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۳۰؍ ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اسلام کہ تراویح پر جو نذرانہ دیا جاتا ہے کیا وہ ناجائز ہے؟ کیا کسی صورت میں اسے لے سکتے ہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں

المستفتی: حافظ سلامت حسین گوونڈی ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ تراویح میں تلاوت قرآن پر اجرت آج

بھی ناجائز وحرام ہے خواہ اجرت معلوم ہو یا مجہول ۔شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے پہلے فقہی سیمنار میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا جسکا فیصلہ یہ ہے ''اصل مذہب کے مطابق تراویح میں تلاوت قرآن پر اجرت لینا دینا ناجائز وحرام ہے خواہ اجرت معلوم ہو یا مجہول، ہاں یہ صورت اپنائی جائے کہ تراویح پڑھوانے والے پڑھنے والے حفاظ کو معین وقت اور معین اجرت پر رکھ لیں مثلاً یہ کہیں کہ سات بجے شام سے ۱۱ بجے رات تک اتنے دنوں کے لئے پانچ ہزار روپے پر آپ کو اجارہ میں لیا اور حافظ کہے کہ میں نے قبول کیا اور حافظ سے تراویح پڑھوا کر اسے مقررہ اجرت دی جائے اس کے بعد کچھ لوگ اپنے طور پر نذرانہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں اس میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے،، (فیصلہ جات شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف ص ۴۷)

واللہ اعلم بالصواب **کتبـــــــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

باب الجمعه

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین مسئلہ ذیل کے متعلق (۱) عصا ہاتھ میں لیکر بلا عذر علمائے کرام جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں اس میں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔عصا لیکر خطبہ دینا کیسا؟ (۲) ممبر کی کس سیڑھی پر خطبہ دینا سنت ہے پہلی پر یا تیسری پر؟ (۳) جمعہ کے لئے کس وقت نکلنا چاہئے اور خطبہ کا سننا کیسا ہے سنت یا واجب؟ زید ہمیشہ خطبہ کے دوران مسجد میں آتا ہے جب کہ وہ عالم ہے اس پر کیا حکم ہے۔

المستفتی: محمد فیروز قادری نظام پورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب :۔(۱) عصا لیکر خطبہ دینے سے پرہیز کرنا چاہئے میں نے بہت سی مسجدوں میں دیکھا کہ خطیب عصا نہیں بلکہ پلر لیکر خطبہ دیتا ہے جب کہ نہ وہ بوڑھا ہوتا ہے اور نہ کمزور وہ سنت سمجھتا ہے حالانکہ عصا لیکر خطبہ دینا اگر سنت ہے بھی تو ضعیف اور ناتواں خطیب کے لئے نہ کہ طاقتور جوان کے لئے ۔فتاویٰ رضویہ میں ہے'' خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہوئی تو کوئی سنت موکدہ تو نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو،، (جلد ۳،ص ۶۸۴) واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب (۲) اوپر سے شمار کرنے میں جو پہلی سیڑھی ہواس پر کھڑے ہوکر خطبہ دینا سنت ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے ''حضور ﷺ درجۂ بالا پر خطبہ فرماتے تھے اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے،،اھ(جلد۳،ص۷۰۰) واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۳) اذان اول سے ہی جمعہ کے لئے جانا لازم ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔فتاویٰ ہندیہ میں ہے'' ويجب السعي وترك البيع بالاذان الاو ل ،،(عالمگیری، الباب السادس عشر في الجمعه ،جلد۱،ص۱۴۹) درمختار میں ہے'' يجب عليه ان يستمع ويسكت ،،(کتاب الصلوۃ باب الجمعہ، جلد۳،ص۳۶) لہٰذا صورت مسئولہ میں زید سخت گنہ گار فاسق معلن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی ،۱۷رجمادی الآخر ۱۴۲۳ھ

باب العيدين

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگوں نے عید کی نماز بارش کہ وجہ سے ایک حافظ قرآن کی اقتداء میں ادا کی حالانکہ پہلی جماعت ہو چکی تھی ، پہلی جماعت میں اعلان ہوا کہ بارش کی وجہ سے دوسری جماعت بھی ہوگی اس لئے ہم لوگ دوسری جماعت میں شریک ہوئے۔سوال یہ ہے کہ عید کی دو جماعت قائم کر سکتے ہیں؟ ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟ کیا جمعہ کے لئے بھی دو جماعت ہو سکتی ہے۔

المستفتی: محمد جمال الدین، دیوان شاہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب :-فی زماننا ہندوستان کے شہروں میں قاضی شرع یا اعلم علمائے بلد کی اجازت سے عیدین وجمعہ کی نماز قائم ہوگی ،جس شہر میں کوئی عالم نہ ہو تو یہ حق عوام کو حاصل ہے۔مذکورہ صورتوں کے بغیر کسی کا جمعہ وعیدین پڑھنا صحیح نہیں نماز باطل ہوگی اور عیدین وجمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا۔ ہکذا فی الجز الثالث من الفتاویٰ الرضویہ (ص ۷۱۸)۔بعد استفسار معلوم ہوا کہ عید کی دوسری جماعت قاضی شرع کی اجازت کے بغیر قائم ہوئی لہٰذا صورت مسئولہ میں دوسری جماعت سے پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوئی

اگر قاضی کی اجازت سے دوسری جماعت قائم ہوتی تو نماز درست ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے" اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں ،، (جلد۳،ص ۸۰۳) جمعہ کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۴؍ربیع النور ۱۴۳۶ھ

باب الجنائز

الاستفتاء : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید جو کھلا ہوا دیوبندی ہے اور تبلیغی علماء کے قیام وطعام کا انتظام بھی کرتا ہے اس کے تمام لڑکے مکمل دیوبندی ہیں مگر ایک لڑکا اہل سنت سے تعلق رکھتا ہے۔ زید کی بیوی بھی دیوبندیہ ہے۔ زید کی بیوی کے انتقال کے بعد زید نے دیوبندی عالم سے نماز جنازہ بھی پڑھوائی۔ زید کا ایک لڑکا جو سنی ہے اس نے ایک سنی مسجد میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ قرآن خوانی ہوئی امام مسجد نے بھی شرکت کی اور اس دیوبندیہ عورت کے لئے ایصال ثواب بھی کیا اس قرآن خوانی میں امام کے علاوہ ایک حافظ اور بھی شریک تھے زید کا لڑکا جو سنی ہے اس کا قول ہے کہ میری ماں سنی تھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس عورت کے لئے قرآن خوانی کرنا اور ثواب ایصال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ دعاء ایصال ثواب کرنے والا امام جس کو معلوم ہے کہ وہ پورا گھرانا دیوبندی ہے۔ اس پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ جبکہ اس سے قبل امام مسجد نے دیوبندی کی قرآن خوانی کا بائیکاٹ کیا۔ ایسے امام کی اقتدا میں نما کا کیا حکم ہے۔ المستفتی :الحاج محمد ابراہیم انصاری غیبی نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب :- جب زید کا ایک لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے اور وہ خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس کی والدہ بھی سنی تھی تو ایسی صورت میں اس عورت کے لئے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کرنے میں حرج نہیں۔ محیط سرخسی سے فتاویٰ ہندیہ میں ہے: انه يصلى على الذمى بشهادة الواحدانه مسلم ولا يترك الصلوة على المسلم بشهادة الواحد انه ارتد (عالمگیری کتاب الکراهية الباب الرابع عشر ،ص ۳۴۸،ج ۵) یعنی اگر کوئی ایک شخص بھی کسی کافر کے بارے میں مسلمان ہونے کی گواہی دے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ حضور صدر الشریعہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں: ایک شخص مرا جس

کا کافر ہونا معلوم تھا مگر اب ایک مسلمان اس کے مسلمان ہونے کی شہادت دیتا ہے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور مسلمان مرا اور ایک شخص اس کے مرتد ہونے کی شہادت دیتا ہے تو محض اس کے کہنے سے اسے مرتد نہیں قرار دیا جائے گا اور جنازہ کی نماز ترک نہیں کی جائے گی لہذا صورت مسئولہ میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے امام پر کوئی حکم نہیں کیونکہ وہ عورت سنی تھی نہ کہ دیوبندی۔ البتہ دیوبندی کے لئے ایصال ثواب وقرآن خوانی کا اعلان حرام بلکہ کفر ہے جسکی پابندی ہر امام وعوام پر لازم ہے امام مذکور نے شریعت کی پابندی کی اور ایسا ہی امام شرائط امامت کا جامع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی،

الاستفتـــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کیا جنازہ کو لیکر چلتے ہوئے صلوۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں۔ بینوا وتوا جروا

المستفتی: سید محمد رضوان، یونس نگر بھیونڈی، تھانہ

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ جنازہ لیکر چلتے ہوے صلوۃ وسلام پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس کی نظیر فتاویٰ رضویہ کا یہ جزیہ جو حدیقہ ندیہ کے حوالے سے ہے ''جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں حرج نہیں،، (جلد۴۔ص۷۹ قدیم) ام المومنین فرماتی ہیں ''کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله تعالىٰ على كل احيانه،، (مسلم) صلوۃ وسلام کے ذکر ہونے میں کس کو اعتراض ہوگا۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ چہارم کا مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب **کتبــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۹؍ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوا جس کی جنازے کی نماز ایک غیر مقلد مولوی نے پڑھا دیا۔ جب کے زید سنی ہے، زید کو دفن کر دیا گیا، دفن کرکے دس منٹ کے بعد یک مفتی سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جنازے کو قبر سے باہر نکالو اور میں جنازے پڑھاتا ہوں، نکالنے میں دس منٹ لگے گا۔ یہ مسئلہ منگل کو پیش آیا تھا۔

المستفتی: محمد شفیق، یونس نگر آگرہ روڈ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ غیر مقلد کی پڑھائی ہوئی نماز

کا اعتبار نہیں کہ وہ کافر ہے، گویا کہ زید کو بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا گیا ہے۔ بہار شریعت میں ہے ”میت کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا اور مٹی بھی دے دی گئی تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو،، (حصہ چہارم جنازہ کا بیان) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ میں ہے (جلد۴، ص۳۱) درمختار مع تنویر الابصار میں ہے ”وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلوة صلى على قبره مالم يغلب على الظن تفسخه ،، ردالمحتار میں ہے۔ ”ای افتراضا وقبل يقدر بثلاثة ايام وقيل عشرة وقيل شهر لانه يختلف باختلاف الاوقات حرا اوبردا والميت سمنا و هذالا والامكنه ،، (کتاب الصلوۃ، باب الجنازۃ، جلد۳، ص۱۲۵ ملخصا) لہذا صورت مسئولہ میں قبر پر نماز جنازہ ادا کر لیں، بعد دفن نکالنے کا حکم دینا غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۹ ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام مسئلہ ذیل کے متعلق کہ (۱) ولادت کے وقت اگر بچہ مرجائے تو کفن اور جنازہ ہے یا نہیں مثلا سر جب باہر ہوا تو زندہ تھا مگر ابھی سینہ نہیں نکلا کہ مر گیا تو کیا حکم ہے؟ (۲) اس حالت میں مرنے پر نام رکھا جائے گا یا نہیں اور جو مردہ پیدا ہو اس کا نام رکھا جائے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔ نور العین ملاڈ ایسٹ ممبئی

الجواب بعون الملک الوهاب: ۔جب بچہ سر کی جانب سے پیدا ہو تو سینہ باہر ہونے کے وقت تک اور پاؤں کی جانب سے پیدا ہو تو کمر باہر ہونے کے وقت تک اگر زندہ رہے پھر مر جائے تو اس کو غسل وکفن بھی دیں گے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی کہ اس میں اعتبار اکثر حصہ کا ہے، سر کی جانب سے پیدا ہوا تو سینہ اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے پیدا ہوا تو کمر اکثر ہے، اکثر مقدار سے کم باہر ہونے پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ لہذا سر جب باہر ہوا تھا اس وقت زندہ تھا مگر اکثر حصہ نکلنے سے قبل مر گیا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ درمختار مع ردالمحتار میں ہے ”من ولد فمات يغسل ويصلى عليه،، ”ردالمحتار میں ھے” فلو خرج راسه وهو يصيح ثم مات لم يصل عليه مالم يخرج اكثر بدنه حيا حد الاكثر من قبل الرجل سرته ومن قبل الراس

صدرہ،،(کتاب الصلوۃ باب الجنائز،ص ۱۳۰،جلد۳) واللہ اعلم بالصواب

الجواب: (۲) بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ بہر صورت اس کا نام رکھا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے ''وو جھہ ان تسمیتہ تقتضی حشرہ اذلافائدۃ بھا الا فی ندائہ فی المحشر باسمہ فی الحدیث سموا اسقاطکم فانھم فرطکم،،(ص ۱۳۱،جلد۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۷؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

الاستـــفتـــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے پھانسی لگا کر خودکشی کی تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ کچھ لوگوں نے جنازہ پڑھنے سے انکار کیا اور دوسروں کو بھی منع کیا ان پر کیا حکم ہے؟ المستفتی :زاہد حسین غیبی نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔خودکشی اگرچہ گناہ کبیرہ ہے مگر خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ درمختار میں ہے ''من قتل نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا،،(کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنائز ص۱۰۸،جلد۳) لہذا جن لوگوں نے جنازہ پڑھنے سے انکار کیا اور لوگوں کو منع کیا وہ سب توبہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **کتبـــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۴؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

الاستـــفتـــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے محلہ میں ایک درگاہ شریف ہے جو کہ حضرت پیر مہر شاہ نام سے مشہور ہے جو کہ کئی سال پرانی ہے چونکہ درگاہ شریف کی چھت نہیں ہے مزید بارش کے موقع پر درگاہ کے سامنے روڈ پر پانی جمع ہوتا ہے جس میں تمام طرح کے گندے اور نجس پانی شامل ہیں وہ پانی درگاہ کے اندر بھی داخل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اندر گندگی اور دوسری نجاستیں پھیل جاتی ہیں ایسا بارہا ہوتا ہے لہذا محلے کے چند افراد اور ذمہ داران نے مل کر بزرگ حضرات سے مشورہ کر کے درگاہ کا تعمیری کام شروع کیا جس میں درج ذیل چیزوں کو مد نظر رکھا گیا مثلاً (درگاہ کی اونچائی اور زائرین کی آمد پر وضو کا انتظام، بیٹھنے کے لئے چٹائی، پاور دغیرہ) اس بنا پر اونچائی کے ساتھ ساتھ درگاہ کے اردگرد جو بھی مختصر جگہ تھی اس میں چند چھوٹی دوکانیں آمدنی کے حوالے سے بنائی جارہی ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اعتراض کرتا ہے تو اس کا

اعتراض کرنا کیسا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔
المستفتی: ضیاء الرحمٰن عبدالحی مومن، بنگالپورہ، بھیونڈی تھانہ مہاراشٹر

الجواب بعون الملک الوھاب :-درگاہ کے اطراف میں جو جگہیں ہیں اگر وہ قبروں سے خالی ہیں تو ان جگہوں پر درگاہ کی آمدنی کے لئے دکانیں بنا سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اعتراض کرنے والوں کے پاس اگر کوئی معقول وجہ ہے تو اسے بیان کرنا لازم ہے اگر اعتراض بلا وجہ ہے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں مسلمانوں کو چاہئیے کہ درگاہ کی عظمت کو برقرار رکھیں اور اختلاف وانتشار سے اجتناب کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۸/ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ

کتاب الزکوۃ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسائل ذیل کے متعلق کہ دارالافتا میں زکوۃ کی رقم حیلہ شرعی کے بعد صرف ہوسکتی ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں
محمد عبدالقدوس نظام پورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب :-جس طرح مدارس اسلامیہ میں حیلہ شرعی کے بعد زکوٰۃ کی رقم لگائی جاتی ہے اسی طرح دارالافتا میں بھی صرف کر سکتے ہیں اس کی نظیر فتاویٰ رضویہ کے درج ذیل جزئیات میں ہیں ’’مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پل وغیرہ تعمیر کرانا ہو تو زکوۃ کی رقم حیلہ شرعی کر کے صرف کر سکتے ہیں،، (ص ۴۶۹ مفہوم ملخص) اسی میں ہے ’’امور خیر کے لئے حیلہ کرنے میں کسی قسم کی کراہت یا قباحت نہیں،، (ص ۳۷۶ جلد ۱) اسی میں ہے ’’جو شخص شرعا مصرف زکوۃ ہے اسے بہ نیت زکوۃ دیکر اس کا قبضہ کرادیں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے خیر خواہ اسے دیکر خریداری یتیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور میں لگا دے،، (ص ۴۷۳ جلد ۴) امام اہلسنت سے سوال ہوا کہ ’’ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تو تمام مسلمان عالم میں مفید ثابت ہوسکتی ہے اگر کوئی شخص زر زکوۃ سے چندہ فراہم کر کے کتابیں مذکور بغرض افادہ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندگان کا زر زکوۃ ادا ہوگا یا نہیں؟ آپ جواب دیتے ہیں

''جائز ہے اوراس میں چندہ دہندہ کے لئے اجر عظیم اور ثواب جاری ہے جب تک وہ کتابیں باقی رہے گی اور نسلا بعد نسل جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ ان سب کا اجر ایک چندہ دہندہ کو اس کی حیات میں اور اس کی قبر میں پہنچتا رہے گا اور فقیر کو بہ نیت زکوۃ دیکر مالک کر دینا ضروری ہے(ص ۴۷۰ جلد ۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۴ رصفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں (۱) زکوۃ کی رقم والد کو یا والدہ کو جبکہ یہ دونوں مجبور ہوں تو مالدار بیٹا حیلے شرعی کرنے کے بعد انہیں دے سکتا ہے یانہیں؟ (۲) پڑوس میں کچھ غیر مسلم ہیں جو بہت تنگ دست ہیں انہیں زکوۃ یا فطرہ دینا درست ہے یانہیں اگر کسی نے دے دیا تو زکوۃ ادا ہوگی یانہیں؟ (۳) عورت کا فطرہ اس کے شوہر پر ہے یا اس کے والد پر؟) (۴) داماد کو زکوۃ دینا جائز ہے یانہیں اور بیٹے کی بیوہ کو زکوۃ دینا جائز ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی :انیس احمد جوگیشوری ایسٹ ممبئی

الجواب اللھم ھدایة الحق والصواب (۱) مجبور اور تنگ دست والدین کا نفقہ اولاد پر واجب ہے لہذا صورت مسئولہ میں زکوۃ کی رقم انہیں حیلہ شرعی کر کے دینا درست نہیں۔ردالمحتار میں ہے''یکرہ ان یحتال فی صرف الزکوة الی والدیه المعسرین بان تصدق بها علی فقیر ثم صرفها الفقیر الیها (کتاب الزکوۃ باب المصرف،ص ۲۹۴،جلد ۳) واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) زکوۃ اور صدقہ فطر کی رقم کسی کافر کو دینا جائز نہیں اگر اسے دے دی گئی تو نہ زکوۃ ادا ہوئی اور نہ ہی فطرہ ادا ہوا۔درمختار میں ہے''واما الحربی فجمیع الصدقات لاتجوز له اتفاقا ،،(کتاب الزکوۃ مطلب فی الحوائج الاصلیه ،ص ۳۰۱،جلد ۳) ھکذا فی الجزء الرابع من الفتاویٰ الرضویه،ص ۴۹۱) واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب (۳) عورت اگر صاحب نصاب ہے تو خود اس پر فطرہ ادا کرنا واجب ہے اس کی طرف سے اسکے شوہر یا اس کے والد پر فطرہ ادا کرنا واجب نہیں۔فتاویٰ رضویہ میں ہے

’’عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر صاحب نصاب ہوتی ہے تو اس کا صدقہ اسی پر ہوتا ہے
(ص ۴۹۵، جلد ۴) واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۴) داماد یا بہو اگر صاحب نصاب نہ ہوں تو انہیں زکوۃ دینے میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی بہار شریعت میں ہے،، واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷ رشوال المکرم ۱۴۳۶ھ

کتاب الصوم............روزہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسائل ذیل کے متعلق (۱) کیا محرم کا چاند دیکھنا واجب یا صرف رمضان یا عید کا؟ (۲) زید روزہ رکھا تھا مگر ایک روزہ کسی محنت طلب کام کرنے کی وجہ سے تھک گیا اور پیاس لگ گئی اس لئے توڑ دیا تو اب کیا حکم ہے؟ (۳) دس محرم کا روزہ رکھ کر اگر کوئی توڑ دے تو اس صورت میں بھی کفارہ دینا ہوگا؟ (۴) قے اور متلی کس صورت میں روزہ توڑے گا اور کس صورت میں نہیں؟ المستفتی: عبد الودود، درگاہ دیوان شاہ

الجواب بعون الملک الوھاب :۔(۱) تمام مہینوں کا چاند دیکھنا چاہیئے لیکن پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب ہے وہ پانچ مہینے یہ ہیں۔ شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ (بہار شریعت) لہذا محرم کا چناد دیکھنا واجب نہیں واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) زید پر لازم ہے کہ قصدا روزہ توڑنے کی وجہ سے پے در پے ساٹھ روزے رکھے اس طرح کہ درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹنے نہ پائے ورنہ پھر سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے اور اگر وہ روزہ نہیں رکھ سکتا ہے تو ساٹھ مساکین کو دن اور رات دونوں وقت پیٹ بھر کھانہ کھلائے۔ خلاصہ سے فتاویٰ ہندیہ میں ہے ’’کفارۃ الفطر و کفارۃ الظھار واحدۃ وھی عتق رقبۃ مومنۃ او کافرۃ فان لم یقدر علی العتق فعلیہ صیام شھرین متتابعین وان لم یستطیع فعلیہ اطعام ستین مسکینا،، (کتاب الصوم، الباب السابع، ص ۲۱۵، جلد ۱) واللہ اعلم بالصواب

الجواب :۔(۳) محرم کا روزہ رمضان کی طرح فرض نہیں لہذا صورت مسئولہ میں کفارہ لازم نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ مخصوص ہے رمضان کے روزے توڑ دینے کے ساتھ۔ کنز

سے فتاویٰ ہندیہ میں ہے"ولا کفارۃ بافساد صوم غیر رمضان"،(عالمگیری ،جلد ا،ص ۲۵۱) واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۴)۔(۱) قصداً قے کی اور یہ قے منہ بھر ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا(۲) قصداً قے کی اور یہ قے منہ بھر نہیں ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (۳) اور اگر خود بخود قے ہو جائے اگر چہ منہ بھر ہو تو اس صورت میں بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ لوٹ کر حلق میں چلی جائے ہاں اگر جان بوجھ کر لوٹائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا (۴) اور اگر منہ بھر نہ ہو تو قصدا لوٹانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا جبکہ خود بخود قے ہو۔ درمختار مع تنویر الابصار میں ہے"وان استقاء عامدا ای متذکرا لصومه ان کان مل الفم فسد، وان اقل لافان عاد بنفسه لم یفطر وان اعادہ ففیه روایتان اصحهما لایفسد، وان ذرعه القی وخرج ولم یعد لایفطر مطلقا ملاء اولا، فان عاد بلا صنعه ولوهو مل الفم مع تذکرہ للصوم لایفسد، وان اعادہ افطر اجماعا"،(ملخص کتاب الصوم باب ومالایفسد ص۳۹۲ جلد۳) واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی ۱۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

کتاب الحج .... حج وعمرہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں (۱) اگر کوئی ہندوستانی عورت مالدار ہو اور کوئی محرم نہ ہو اور شوہر بھی نہ ہو تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ (۲) احرام میں سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کوئی عورت محرم یا شوہر کے بغیر نیک عورتوں کے ساتھ جائے اور حج کرے تو اس کا حج ہوا یا نہیں؟۔ بینوا بالدلیل توجروا من رب الجلیل۔ المستفتی: محمد ابراہیم انصاری وکھرولی پارک ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب:-(۱) عورت پر حج فرض ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا شوہر ہو ورنہ اس پر حج فرض نہیں اگر چہ مالدار ہو۔ حدیث شریف میں ہے"الا لا تحجن امراۃ الا ومعھا محرم"،(مسند بزار) بدائع صنائع میں ہے"ان یکون معھا زوجھا اومحرم لھا فان لم یوجداحدھما لایجب علیھا الحج"،(کتاب الحج شرائط فرضیته، جلد۲،ص۲۹۹) واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) احرام کی حالت میں سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خوشبودار نہ ہو۔ قاضی خان سے ہندیہ میں ہے''ولا باس بان یکتحل بکحل لیس فیہ طیب،، (جلد ۱، ص ۲۲۴، کتاب الحج الباب الرابع) واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب (۳) عورت گنہ گار ہوگی مگر نفس فرض ساقط ہو جائے گا اور حج کراہت کے ساتھ ادا ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے''معیت زن متقیہ کی امام اعظم کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کر لیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہیۃ ادا اس فعل ناجائز کی معصیت جدا،، (جلد ۴، ص ۶۸۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۸/شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق کہ (۱) میقات سے باہر رہنے والا مثلا ہندوستانی یا پاکستانی، اگر تجارت کے لئے مکہ شریف جائے تو کیا اس کو بھی احرام باندھنا لازم ہے؟ (۲) مکہ میں رہنے والا اگر تجارت وغیرہ کے لئے انڈیا یا پاکستان وغیرہ آئے تو کیا انہیں بھی واپس مکہ جانے پر احرام باندھنا ہوگا؟۔

المستفتی: محمد عمر، ناسک سٹی، مہاراشٹر

الجواب بعون الملک الوھاب :۔(۱) اگر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہو تو میقات سے گذرنے پر احرام لازم ہے اگر چہ تجارت یا کسی اور غرض سے جاتا ہو حدیث شریف میں ہے''لایجاوز احد المیقات الا محرما ولو لتجارۃ،، (مصنف ابن ابی شیبہ عن ابن جبیر بحوالہ شامی) ردالمحتار میں ہے'' لان وجوب الاحرام لتعظیم ھذہ البقعۃ الشریفہ فیستوی فیہ التاجر والمعتمر وغیرھما،، (جلد ۳۔ص ۴۰۱) واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) مکہ معظمہ میں رہنے والے اگر میقات سے باہر جائیں گے تو واپسی پر انہیں بھی میقات سے احرام باندھنا لازم ہے خواہ وہ تجارت کے لئے باہر جائیں یا تفریح کے لئے۔ ردالمحتار میں ہے''المکی اذا خرج منھا وجاوز المواقیت لایحل لہ العود بلا احرام لکن احرمہ من المیقات،، (جلد ۳۔ص ۴۲۸ مطلب فی المواقیت، کتاب الحج) واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۹/جمادی الاول ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں زید میقات کے اندر اور حرم کے باہر رہتا ہے تو وہ حج یا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھے گا اور جو حرم کے اندر رہتا ہے وہ احرام کہاں سے باندھے۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مولانا شکیل، عرب شریف (جدہ)

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔صورت مسئولہ میں زید کے احرام باندھنے کی جگہ حل یعنی بیرون حرم ہے خواہ حج کا احرام ہو یا عمرے کا۔محیط سے فتاویٰ ہندیہ میں ہے"ومن کان اھله فی المیقات او داخل المیقات الی الحرم فمیقاتھم للحج والعمرۃ الحل"(کتاب المناسک الباب الثانی فی المواقیت۔جلد۱۔ص۲۲۱)البتہ بہتر یہ ہے کہ گھر سے احرام باندھے، ایسا ہی بہار شریعت میں ہے اور حرم کے اندر رہنے والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ حرم ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ مسجد حرام سے احرام باندھے یہ حکم حج کے احرام کا ہے لیکن عمرہ کا احرام بیرون حرم سے باندھیں اور بہتر یہ ہے کہ تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں۔فتاویٰ ہندیہ میں کافی سے ہے"وقت المکی لاحرام بالحج الحرم وللعمرۃ الحل"،اسی میں ہدایہ سے ہے"والتنعیم افضل"(کتاب المناسک ج۱۔ص۲۲۱)

واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی،۱۶ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنے والد کے ساتھ اس وقت حج کیا جب وہ نابالغ تھا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اب بالغ ہونے کے بعد زید کو حج کرنا پڑیگا یا!اور جو حج کر چکا ہے اس سے فرضیت ساقط ہوئی یا نہیں زید اتنا مال رکھتا ہے کہ وہ کئی حج کر سکتا ہے۔

المستفتی: اکبر علی، پائپ لائن کرلا ممبئی

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔فرضیت حج کی ایک شرط بلوغ ہے۔لہذا اگر کوئی نابالغ حج کرلے تو اس سے فرض ساقط نہیں ہوگا بالغ ہونے کے بعد اگر وہ استطاعت رکھتا ہے تو اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔البدائع الصنائع میں ہے"واما شرائط فرضیته فمنھا البلوغ فلا حج علی الصبی والمجنون لانه لاخطاب علیھما فلایلزمھما الحج حتیٰ لوحجا ثم بلغ الصبی وافاق المجنون فعلیھما حجۃ الاسلام

وما فعله الصبی قبل البلوغ یکون تطوعا،، (کتاب الحج، جلد ۲، ص ۲۹۳ ملخصا) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۸؍ ربیع النور ۱۴۳۶ھ

کتاب النکاح..................نکاح

الاستـفتـاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین درج ذیل مسائل کے متعلق بسا اوقات یہ ہوتا ہے دولہے اور دلہن کے متعلق یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا ہے کہ سنی ہے البتہ پوچھنے پر سنی کہتے ہیں تو کیا اس کا نکاح سنی اقرار کرنے پر کوئی سنی عالم دین قاضی پڑھا سکتا ہے یا اس کے لئے کوئی تفصیل ہے۔ المستفتی: محمد حبیب الرحمٰن (گھاٹ کوپر ایسٹ ممبئی)

الجواب بعون الملک الوھاب:- نکاح پڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ دولہا اور دلہن دونوں سنی صحیح العقیدہ ہوں کسی مشتبہ شخص کا یہ اقرار کہ میں سنی ہوں، نکاح پڑھانے کے لئے جواز ثابت نہیں کرے گا کیونکہ بہت سے وہابی دیوبندی خود کو سنی کہتے اور لکھتے بھی ہیں جیسا کہ ممبئی گونڈی کے اطراف میں ''تنظیم اہلسنت والجماعت،، یہ وہابیوں کی تنظیم ہے جس کے ارکان قاسمی، ندوی وغیرہ ہیں اور یہ سب اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں لہذا جب تک کسی کے بارے میں یہ یقین نہ ہو کہ یہ سنی صحیح العقیدہ ہے تو اس کا نکاح ہرگز ہرگز نہیں پڑھایا جائے گا کہ وہابی، دیوبندی اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوتا۔ البحر الرائق میں ہے'' لاینکح مرتد او مرتدة احد او لا یتزوج المرتدة مسلم ولا کافر ولا مرتد،، (کتاب النکاح باب النکاح الکافر، جلد ۳، ص ۳۶۴ ملخصا) امام اہلسنت نے مشتبہ افراد کو پرکھنے کیلئے جو کسوٹی بنائی ہے اس کے ذریعہ وہابی اور سنی میں تمیز کرنا بہت آسان ہے اور نکاح پڑھانے والوں کو اس پر عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں'' جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امور ذیل پر دستخط فرماتے جائیں (۱) مذہب وہابیہ ضلالت وگمراہی ہے (۲) پیشوایان وہابیہ مثل ابن عبد الوہاب نجدی واسمعیل دہلوی ونذیر حسین دہلوی وصدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھٹ بھیئے آروی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں (۳) تقویۃ الایمان وصراط المستقیم ورسالہ یکروزی وتنویر العنین تصانیف اسماعیل اور ان کے سوا دہلوی وبھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں

(۴) تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے روگردانی گمراہ بددین کا کام ہے غیر مقلدین مذکورین اوران کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان نامشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اوراپنے سے اجہلوں کوترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمرہی وگمراہ گری ہے (۵) مذاہب اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جوان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے کبھی کسی مسئلہ میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اس پر شرعا کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لئے نجات کو کافی ہے تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المومنین ہیں (۶) متعلقات انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والسلام مثل استعانت ونداوعلم وتصرف بعطائے خداوغیرہ مسائل متعلقہ اموات واحیاء میں نجدی ودہلوی اوران کے اذناب نے جو احکام شرک گڑھے اور عامہ مسلمین پر بلاوجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ ان گمراہیوں کی خباثت مذہب اوران کے سبب انہیں استحقاق عذاب وغضب ہے (۷) زمانہ کو کسی چیز کی تقبیح وتحسین میں کچھ دخل نہیں امر محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرون لاحقہ میں ہو اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ زمنۂ سابقہ میں ہو بدعت مذمومہ صرف وہ ہے جو سنت ثابتہ کے رد وخلاف پر پیدا کی گئی ہو جواز کے واسطے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا اور رسول نے منع نہ فرمایا کسی چیز کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم وشارع بننا چاہتا ہے (۸) علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتوے ورسائل مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ وغیرہا رد وہابیہ میں تالیف فرمائیں سب حق وہدایت ہیں اوران کا خلاف باطل ضلالت ہے۔ (از فتاوی رضویہ، جلد ۵، ص ۲۷۳) اور رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرفعلی تھانوی، خلیل احمد انبٹھوی وغیرہم ایسے کافر ومرتد ہیں کہ ان کو کافر ومرتد نہ ماننے والا بھی انہیں کے مثل کافر ہے۔ مذکورہ ساری باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے اگر دولہا دلہن دستخط کر دے تو اب اس کے مسلمان ہونے میں کوئی شک نہیں، سنی مان کر نکاح پڑھایا جاسکتا ہے بلا تصدیق وطلب دستخط نکاح پڑھانے سے خود قاضی مجرم ہوجائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی ۲۴؍ رجادی الآخر ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ غیر شادی شدہ کو حمل ہے تو اس سے زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور نکاح کے بعد ہمبستری بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟
المستفتی: ناہد عالم واجہ محلہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب: -اگر کوئی زنا کی وجہ سے حاملہ ہو جائے اور حمل کی حالت میں نکاح کرنا چاہے تو کسی سے بھی نکاح کر سکتی ہے اور جس کا حمل ہے اس سے نکاح کرے تو وہ ہمبستری بھی کر سکتا ہے لہذا! زید ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے لیکن ہمبستری وضع حمل کے بعد ہی کر سکے گا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "قال ابو حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ یجوز ان یتزوج امراة حاملا من الزنا ولا یطؤها حتیٰ تضع کذافی المحیط وفی مجموع النوازل اذا تزوج امراة قدزنی هو بها وظهربها حبل فالنکاح جائز عند الکل وله ان یطاها عند الکل وتستحق النفقه عندالکل کذا فی الذخیرة" (کتاب النکاح القسم السادس، جلدا۔ص ۲۸۰) درمختار مع تنویرالابصار میں ہے "صح نکاح حبلی من زنی وان حرم وطؤها ودواعیه حتیٰ تضع لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا" (کتاب النکاح، جلد۴۔ص۱۴۲ ملخصا) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (جلد۵۔ص۱۷۷) میں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۲رجمادی الآخر ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت مفتی صاحب قبلہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اور ہندہ بھی کرتی ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ کی بیٹی کا زید کے بھائی کے ساتھ میں شادی ہونے والی ہے کچھ ہی دنوں میں مگر زید اور ہندہ بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے ہندہ کی بیٹی اور زید کے بھائی کا نکاح ہونے کے بعد میں یا پہلے زید اور ہندہ اپنا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ہندہ طلاق شدہ ہے برائے کرم اس کا جواب تحریر فرمائیں
المستفتی: صغیر احمد اشرفی، نہرو نگر کلیان روڈ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب: -صورت مسئولہ میں زید کا بھائی ہندہ کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے اور زید بھی ہندہ سے شادی کر سکتا ہے خواہ ہندہ کی بیٹی اور زید کے بھائی کے نکاح سے پہلے کرے یا بعد میں بہر صورت نکاح درست ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "احل

لکم ماوراء ذلکم،،(النساء،۲۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۵ر جمادی الآخر ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی والدہ کا انتقال ہوا تو زید کے والد بکر نے ہندہ سے شادی کیا اب زید بڑا ہو گیا ہے تو زید ہندہ کی چھوٹی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے جو زید کی خالہ کہلاتی ہے واضح ہو کہ سگی خالہ نہیں ہے بلکہ ہندہ سے زید کا کوئی رشتہ نہیں صرف والد کی بیوی ہوگی اس کی بہن کو خالہ کہتے ہیں تو کیا اس سے زید کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں جبکہ ہندہ بھی راضی ہے۔ کچھ لوگ ناپسند کرتے ہیں۔

المستفتی: محمد افتخار مادھو نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: خالہ سے شادی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ”حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخواتکم وعمتکم وخلتکم،،(النساء۲۳) لیکن زید جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ زید کی سوتیلی ماں کی بہن ہے جو حقیقت میں خالہ نہیں یہ اور بات ہے کہ ایسی عورتیں بھی خالہ کہلاتی ہیں لہذا زید ہندہ کی بہن سے شادی کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ”واحل لکم ماوراء ذلکم (النساء۲۴) فتاویٰ رضویہ میں ہے ”سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے کچھ حرج نہیں (جلد ۵۔ ص ۴۲۶)
جو لوگ اس رشتہ کو ناپسند کر رہے ہیں شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۹ر جمادی الآخر ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شریعت مطہرہ مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا اب میاں بیوی کے درمیان علاحدگی ہو چکی ہے پوچھنا یہ ہے کہ شادی میں بہت کچھ سامان لڑکی کے والدین نے اپنی لڑکی کو دیا تو کیا وہ سامان لڑکی کو واپس دینا ہے؟ اسی طرح شادی میں لڑکا اور لڑکی والوں کا خرچہ بھی ہوا ہے تو کیا وہ ایک دوسرے سے شادی کے اخراجات کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟ زید کی ایک بچی ہے پانچ سال کی اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: اقبال احمد عبد الرزاق انصاری، روشن باغ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔شادی میں جو کچھ والدین اپنی لڑکی کو دیتے ہیں اس کی مالک لڑکی ہی ہے طلاق ہوجانے کے بعد لڑکی ان سب سامانوں کو واپس لے سکتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے ''کل احد یعلم ان الجھاز للمراۃ اذا طلقھا تاخذ کلہ،، (ج ۴، ص ۳۱۱۔ (کتاب النکاح باب المھر مطلب فی دعوی الاب ان الجھاز عاریہ) فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے ''زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص ملک دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں نہ اس کا تصرف بے رضا واذن زوجہ ہوسکے (جلد ۵۔ ص ۵۲۹) شادی میں جو اخراجات ہوئے ان کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی مطالبہ پر دینا واجب ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے ''مہر ونفقہ ایام عدت کے سوا اور کوئی حق شرعا واجب نہیں،، (جلد ۵۔ ص ۹۲۰) اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی درمختار میں ہے ''الحضانۃ احق بھا حتیٰ تشتھی وقدر بتسع و بہ یفتی،، (کتاب الطلاق باب الحضانہ، جلد ۵۔ ص ۲۶۸) لیکن ماں کو یہ حق اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک کہ وہ بچی کے غیر محرم سے نکاح نہ کرے اگر وہ بچی کے غیر محرم سے نکاح کرلیتی ہے تو پرورش کا حق نانی کو حاصل ہوگا اور نانی نہ ہو تو دادی اس کی پرورش کرے گی اور بہر صورت نفقہ زید پر لازم ہے اور جب بچی نو سال کی ہوجائے گی تو باپ کے پاس رہے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۸ ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ لہذا اگذارش عرض یہ ہے کہ میرا رشتہ بروز جمعرات آٹھ نومبر ۲۰۱۲ء کو ہندہ سے ہوا۔ جناب مفتی صاحب ہماری شادی کو تقریبا آج بروز منگل ۲۰۱۵ء کو تین سال سولہ روز ہوا ہے اتنے عرصہ میں ہماری بیوی ہندہ ہمارے ساتھ تین مہینہ رہی ہے اور ان تین مہینوں میں کئی مرتبہ آئی اور گئی ہے ہماری بیوی ہندہ کا مطلب ہے کہ میں ان کے گھر کا گھر جوائی بن کر رہوں ان کا یہ مطلب مجھ کو منظور نہیں کیونکہ ہمارے والدین دونوں مریض ہیں ہمارا گھر بھی خود کا نہیں ہے ان حالات میں ان کے گھر میں بھی نہیں رہ سکتا اور اپنی بیوی کو الگ مکان لیکر نہیں رہ سکتا جناب مفتی صاحب دو سال کے بعد ہمارے درمیان مصالحت بھی ہوئی اور لوگوں کے کہنے اور رضامندی

پر میں اپنی بیوی کو اپنے گھر پر لیکر آ گیا اور ہماری بیوی پندرہ دنوں رہ کر دوبارہ اپنے میکے چلی گئی اور ہم پر الزام لگایا کہ ہمارا شوہر ازدواجی زندگی کے قابل نہیں ہے دوسرے لفظوں میں نامرد ہے میں اس کے گھر نہیں جاؤں گی۔ جناب مفتی صاحب اس کا فیصلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں کیا ہوتا ہے میری رہنمائی کریں نوازش ہوگی۔

المستفتی: اظہار احمد، دیوان شاہ نیو نگاڑی بلڈنگ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:- ہندہ کا یہ مطالبہ کے آپ ان کے والد کے گھر رہیں ہرگز درست نہیں بلکہ اسلامی قانون کے اعتبار سے ہندہ کو آپ کے ساتھ اور آپ کے ماتحت رہنا ہوگا اگر وہ اس پر راضی نہیں تو وہ خلع لیکر آزاد ہو سکتی ہے ہندہ کا آپ پر نامردی کا الزام مذکورہ حالات میں صرف آزادی حاصل کرنے کے لئے ہے اور ساتھ نہ رہنے کے لئے ہے اگر واقعی ایسا بھی ہے تو آپ اسے ایک موقعہ اور دیں اگر قبول کرتی ہے تو ٹھیک ہے ساتھ رہیں اور کوئی قدم نہ اٹھائیں ورنہ آپ دوسری شادی کر کے اپنی نئی زندگی شروع کریں اور ہندہ کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۸؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ (۱) ٹیسٹ ٹیوب کس صورت میں جائز ہے اور کس صورت میں نہیں، مجبوری کی صورت میں کیا کیا جائے (۲) ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے جو بچہ پیدا ہوا گا وہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں (۳) ٹیسٹ ٹیوب میں غیر شوہر کی منی عورت کے رحم میں داخل کرنے پر عورت زانیہ ہوگی یا نہیں؟

محمد الیاس انصاری نیو آزاد نگر شانتی نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:- (۱) ٹیسٹ ٹیوب کی تمام صورتیں ناجائز ہیں صرف ایک صورت کی اجازت بوجہ مجبوری دی جاسکتی ہے وہ یہ کہ مرد کا نطفہ عزل کے ذریعہ ٹیوب میں محفوظ کیا جائے اور اسے رحم زوجہ میں براہ فرج بالواسطہ انجکشن خود زوجہ کا شوہر داخل کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے چوتھے فقہی سیمنار کا فیصلہ حاضر

ہے ”بالفرض اگر ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ شوہر سے ثابت النسب ہے، فان النسب امر مھتم به حتیٰ لا ینتفی بنفی الزوج الا بعداللعان بینھما،، (ص۸۳ فیصلہ جات)

الجواب (۳) ایسا کرنا جائز تو نہیں لیکن عورت کو زانیہ بھی قرار نہیں دیا جائے گا، فیصلہ جات شرعی کونسل میں ہے ”اگر کسی عورت نے غیر شوہر کی منی رحم میں داخل کر لی تو وہ زانیہ نہ کہلائے گی“ فان الزنا موقوف علی ادخال الحشفه فی الفرج وھو ھھنا معدوم،، (فیصلہ جات شرعی کونسل بریلی شریف ۸۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷ ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

کتاب الطلاق......................طلاق

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے دوران نزاع اپنی بیوی ہندہ کو ایک ہی مجلس میں یوں کہا کہ میں تجھے طلاق دے رہا ہوں، میں تجھے طلاق دے رہا ہوں، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں ہندہ پر کون سی طلاق واقع ہوئی۔ رجعی، یا بائن، یا مغلظہ؟ جو بھی واقع ہوا اس کا شرعی حکم بالتفصیل مع دلیل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: مشتاق احمد ابن محمد یونس، فرید باغ نزد غوثیہ ہوٹل ندی ناکہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ صورت مسئولہ میں اگر ہندہ مدخولہ ہے تو اس پر دو طلاق رجعی واقع ہو گئی جس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر زید رجعت کر سکتا ہے نکاح کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے ”اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعھا فی عدتھا رضیت بذالك او لم ترض، لقوله تعالیٰ فامسکوھن بمعروف من غیر فصل،، (کتاب الطلاق باب الرجعة، ص۳۷۴، مجلس برکات مبارک پور) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ اس سے قبل زید ہندہ کو کبھی کوئی طلاق نہیں دیا ہو۔ اور اب صرف ایک طلاق کا مالک رہے گا اگر وہ بھی دے دیگا تو مغلظہ ہو جائے گی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ وہ اور دو یہ مل کر تین ہو گئیں، یونہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دو دی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے

نکاح میں نہ آسکے گی،،اھ(جلد ۵،ص ۶۶۱)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیوی کوفون پر ۹ بار اپنی بیوی ھندہ کوطلاق دی اور جب لوگوں نے زید کو بتایا کہ طلاق واقع ہوگئی اس پر زید نے جواباً کہامیں یہ سب نہیں مانتا اور باوجوداس کے زید اپنی مطلقہ کے ساتھ زندگی گذار رہاہے۔لہذ احکم شرع ارشادفرمائیں اورعنداللہ ماجورہوں۔

المستفتی :اشفاق احمد شانتی نگرغوثیہ مسجد کے پاس بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پرطلاق مغلظہ واقع ہوگئی حلالہ کے بغیر زید ھندہ کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔قال اللہ تعالیٰ’’فان طلقھا فلاتحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ،،(البقرہ ۲۳۰)ھندہ پربھی لازم ہے کہ زید سے فوراً جداہوجائے کہ اب وہ اس کی بیوی نہیں رہی قربت زنا خالص ہوگی اورزید کا یہ کہنا کہ میں یہ سب نہیں مانتا اس جملہ سے وہ کافر ہوگیا اس پر توبہ تجدید ایمان لازم ہے اگرزید توبہ نہ کرے اور مطلقہ سے الگ نہ رہے تو مسلمانوں پرلازم ہے کہ اسکا بائیکاٹ کریں اس سے سلام کلام،اسکے ساتھ نشست وبرخاست،شادی بیاہ میں اسے بلاناحرام۔قال اللہ تعالیٰ’’واما ینسینك الشیطن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی،۱۳؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں ایک سوال ہے زید نشے کی حالت میں کچھ لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کوتین طلاق بولا۔ان کی بیوی نے دونوں انگلیاں کان میں ڈال رکھی تھی کیااس صورت مین طلاق واقع ہوئی کی نہیں کیا دونوں ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی :محبوب انصاری۔بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب :۔نشے کی حالت میں بھی طلاق پڑجاتی ہے اگرچہ عورت نہ سن سکی ہو،محیط سے فتاویٰ ھندیہ میں ہے’’طلاق السکران واقع اذاسکر من الخمر اوالنبیذ،،(کتاب الطلاق الباب الاول فیمن یقع طلاقہ، جلد۱۔ص ۳۵۳)فتاویٰ رضویہ میں ہے

"طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں،، (جلد۵۔ص ۶۱۸) کیونکہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "بیدہ عقدۃ النکاح (البقرہ ۲۳۷) لہذا صورت مستفسرہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب وہ عورت زید کے لئے بے حلالہ حلال نہ ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ "فان طلقها فلاتحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ،، (البقرہ ۲۳۰) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۶؍جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: مفتی صاحب السلام علیکم میری بیوی ہندہ کسی وجہ سے گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے ہمارے گھر والے سمجھا بجھا کر لانا چاہتے ہیں لیکن لڑکی کے گھر والے طلاق خلع مہر جہیز کے علاوہ کوئی دوسری بات کرنے کو تیار نہیں ہے کیا ہم کو شادی کا خرچہ مانگنا چاہئیے براہ کرام آپ ہم کو اسلام کا قانون بتائیں۔

المستفتی: پرویز اختر انصاری۔ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ بلاضرورت شرعیہ طلاق کا مطالبہ ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے "ایما امرأۃ سئلت زوجها طلاقا فی غیرما باس فحرام علیها رائحة الجنة ،، (ترمذی شریف، حدیث ۱۰۲۴) یعنی جو عورت اپنے شوہر سے بغیر ضرورت طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ ایک اور حدیث ہے "ایما امراۃ اختلعت من زوجها بغیر نشوز لعنة الله والملئكة والناس اجمعين ،، یعنی جو عورت اپنے شوہر سے خلع طلب کرے اور شوہر کی طرف سے کوئی زیادتی نہ ہو تو اس پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہے لہذا صورت مسئولہ میں اگر آپ چاہیں تو خلع کے بدلے مہر اور عدت کے اخراجات اپنے ذمہ سے ساقط کرالیں بلکہ مزید کچھ مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "ماجاز ان یکون مهرا جاز ان تکون بدلا فی الخلع كذا فی الهدایه ،، (جلد۱۔ص ۴۹۴۔ الفصل الثانی الباب الثامن فی الخلع) اسی میں ہے "اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذالك وقعت تطلقية بائنة ولزمها المال كذا فی الهدایه۔ وان كان النشوز من قبلها كرهنا له ان یاخذ اكثر مما اعطاها من المهر ولكن مع هذا یجوز اخذ الزیادة فی القضاء كذا فی غایة البیان ،، (الباب الثامن فی الخلع، الفصل الاول ۔جلد۱۔ص ۴۸۸) اگر لڑکی استطاعت رکھتی ہے تو شادی کے اخراجات بھی وصول

کر سکتے ہیں لیکن بہتر نہیں، یہی حال سامان جہیز کا بھی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب :۔ میں نے ان سے کہا میں طلاق دینے آیا ہوں، اور مین نے تین بار طلاق، طلاق، طلاق کہا، اسکا بھائی عباس بولا یہ تمہاری غلطی ہے مطلب امر یہ ہے کہ رابعہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: حسن قاسم شیخ نائیگاؤں تالاب، نزد محمدیہ مسجد بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ صورت مسئولہ میں رابعہ پر طلاق مغلظہ پڑگئی اب حلالہ کے بغیر رابعہ آپ کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنكح زوجا غيره،، (البقرہ ۲۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ حمیدہ بنت منیر احمد سے اس کے شوہر حمید ابن ابراہیم بیجاپوری نے جھگڑے کے دوران کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیا، طلاق طلاق اب تو اپنے گھر جا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حمید کا اپنی بیوی سے اس طرح کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں۔

المستفتی: منیر احمد، نئ بستی کلیان روڈ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب :۔ صورت مسئولہ میں حمیدہ پر مغلظہ واقع ہوگئی اب حمیدہ اپنے شوہر حمید بن ابراہیم کیلئے حلالہ کے بعد ہی حلال ہوسکے گی، قال اللہ تعالیٰ ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنكح زوجا غيره،، (البقرہ ۲۳) دونوں پر لازم ہے کہ فوراً الگ ہوجائیں اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو شرط یہ ہے کہ حمیدہ عدت مکمل ہوجانے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر ہمبستری کے بعد طلاق حاصل کرے اور عدت گذارے، جب عدت پوری ہوجائے تو حمیدہ کا ابراہیم سے نکاح درست ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب۔ کتبــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۵/ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستـفـتـاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے

بارے میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو جب سے شادی ہوئی تب سے باپردہ یعنی نقاب میں رہنے کا حکم دیتا ہے اور بے پردگی سے روکتا ہے۔ مگر ہندہ اس کا حکم نہیں مانتی یہاں تک کہ شادی کے بعد پچھلے تین سالوں میں اسی بات کو لیکر ہمیشہ تکرار ہوتی رہتی ہے اور زید نے بہت سمجھانے کے بعد جب پریشان ہوگیا تو اپنے رشتہ دار واقارب کو بلا کر اپنی بیوی ہندہ کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ہندہ نے کسی کی بھی بات نہیں مانی اور وہ کہتی ہے میں جب حج کرلوں گی تب سے پردہ کرونگی۔ اوراب طلاق لینے پر بھی راضی ہے۔ طلب مسئلہ یہ ہے کہ

(۱) ایسی صورت مین طلاق دینے پر کیا زید گنہ گار ہوگا یانہیں؟ یا زید کے لئے بہتر کیا ہے؟

(۲) ہندہ اسلام کا (یعنی پردہ) اوراپنے شوہر زید کا حکم توڑتی ہے اور کہتی ہے کہ میں ابھی پردہ نہیں کرونگی، ہاں جب حج کرونگی تو پردہ کرونگی، اور طلاق لینے پر راضی ہے۔

اس صورت میں ہندہ پر اسلامی حکم کیا ہے؟ کیا وہ گنہ گار ہوگی یا نہیں؟ اس پر اسلام کا حکم کیا لاگو ہوتا ہے؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: امیر حمزہ مومن، گلزار نگر، بھیونڈی، ضلع تھانہ

الجواب بعون الملک الوھاب:۔ (۱) پردہ نہ کرنے کی وجہ سے ہندہ سخت گنہ گار ہے لیکن زید پر ایسی صورت میں بھی طلاق دینا ضروری نہیں اور اگر زید طلاق دے بھی دے تو وہ گنہ گار نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے ”لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرہ“ بہتر یہ ہے ک زید صبر کرے اور پردہ کی تلقین کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب:۔ (۲) فتاویٰ رضویہ میں ہے ”شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا انہیں مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے سامنے کھلا ہونا جائز نہیں“ (جلد ۹۔ ص ۱۲۹ نصف آخر) لہذا ہندہ کا یہ کہنا کہ جب حج کرلوں گی تب پردہ کروں گی یہ ناجائز وحرام نظریہ ہے۔ ہندہ پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور پردہ کا التزام کرے۔ واللہ اعلم بالصواب **کتبــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۶ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ میرا نام زاہدہ ہے میری

شادی ۲۰۱۱ء میں محمد اقبال کے ساتھ ہوئی ۲۰۱۶ء میں میرے شوہر نے جھگڑے کے درمیان غصے میں تین طلاق دے دئے اس کا اقرار خود میرے شوہر نے آپ کے سامنے دارالافتا میں کیا، میری لڑکی بھی ہے میں اب جانا بھی نہیں چاہتی، میری تین سال کی ایک لڑکی ہے۔
قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ طلاق ہوئی کہ نہیں؟
زاہدہ شیخ بنت محمد صابر شیخ، ہنڈی کمپاؤنڈ، دیوان شاہ، بھیونڈی۔ معرفت: محمد صابر

الجواب بعون الملک الوھاب :۔دارالافتاء میں گواہوں کی موجودگی میں محمد اقبال نے یہ اقرار کیا کہ وہ اپنی بیوی زاہدہ کو تین طلاق دے چکا ہے لہٰذا زاہدہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب زاہدہ اقبال کی زوجیت میں حلالہ کے بعد ہی آسکے گی۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ ،،(البقرہ ۲۳) یا عدت گذار کر جہاں چاہے اپنی مرضی سے کسی صحیح العقیدہ سنی سے نکاح کر لے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــہ محمد محبوب رضا المصباحی،

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو فون پر تکرار کرتے ہوئے غصے میں آکر کہا کہ میں نے تجھ کو تین طلاق دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اب زید اگر اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو شرعا کیا سبیل ہوگی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں اور اجر عظیم کے مستحق ہوں۔
المستفتی: محمد حبیب پرتاپ گڑھ یوپی

الجواب بعون الملک الوھاب :۔صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب مطلقہ زید کے لئے حلالہ کے بعد ہی حلال ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ ،،(البقرہ ۲۳) حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ بعد عدت کسی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کرے پھر بعد ہمبستری طلاق حاصل کر کے عدت مکمل کرنے کے بعد زید سے نکاح کر لے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: حضرت مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنے دو ساڑھو بھائیوں کی موجودگی میں اپنی بیوی کو طلاق دیا اور طلاق دینے کے بعد جب وہ اپنے کمرے سے نکل کر باہر آیا تو لوگوں کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ میں تین چار طلاق دے دیا ہوں، حالانکہ وہاں پر موجود دو حضرات میں سے ایک کا کہنا ہے یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ طلاق دیا تھا اتنے میں بیوی نے منہ دبا دیا تھا اور دوسرے کا کہنا یہ ہے کہ دو مرتبہ طلاق دیا تھا پھر بیوی نے منہ دبا دیا اور اب شوہر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ میں نے دو ہی طلاق دیا ہے۔ کمرے سے نکل کر جب شوہر نے یہ کہا تھا کہ میں نے تین چار طلاق دے دیا تھا اس بات پر بھی گواہ موجود ہیں کہ شوہر نے تو ہم لوگوں سے تین چار کہا ہے اور جائے طلاق پر موجود گواہوں میں سے ایک کا کہنا یہ ہے کہ ایک دیا ہے اور دوسرے کا کہنا یہ ہے کہ دو دیا ہے۔ ایسی صورت میں حکم شرع کیا ہوگا بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: قمرالدین۔ مولانا آزاد نگر

الجواب بعون الملک الوھاب:۔صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ جب زید نے لوگوں کے پوچھنے پر یہ جواب دیا کہ میں تین چار طلاق دیدیا ہوں اس اقرار سے طلاق مغلظہ پڑگئی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''اگر شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گویا قضاء طلاق ہوگی،، (جلد۵۔ص۹۵) اسی میں طحطاوی سے ہے ''الاقرار بالطلاق کاذبا یقع بہ الطلاق قضاء لا دیانۃ ،،لہذا زید اب بعد حلالہ ہی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ ،،(البقرہ،۲۳۰) واللہ اعلم بالصواب۔ **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: السلام علیکم! حضرت میرا نام کوثر بنت احمدی ہے۔ میری شادی کو ۲۲ سال ہوچکے ہیں میرا بیٹا اکیس سال کا ہے اور بیٹی سولہ سال کی ہے، میری شادی ہوئی جب سے میرے شوہر نے اور ان کے گھر والوں نے مجھ پہ کافی ظلم کیا۔ میں چھوڑ کر جانا چاہتی تھی پر مجھے وہ لوگوں نے جانے نہیں دیا اور میرا بیٹا لینے کی دھمکی دی۔ اور طرح طرح کے آدمیوں

سے تعلقات ہیں۔ ایسا الزام لگایا میرے بھائی بہنوں اور ماں سے ملنے بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ جب مجھے چھوٹی بیٹی ہوئی اس کے بعد ایک دن مجھ سے بہت جھگڑا کر کے قرآن شریف ہاتھ میں لیکے مجھے دو بار طلاق دیا۔ یہ سب انہوں نے ان کے دو بھائی بہن، ماں اور بھابھی کے سامنے ہو گیا، اس بات کا خلاصہ کسی نے مجھے کرنے نہیں دیا۔ طلاق کے بعد رجوع عدت بھی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد وہ جب بھی جھگڑا ہوتا تب میں نے تجھے چھوڑ دیا ایسے ہمیشہ بولتے تھے۔ اس کے بعد ابھی چھ مہینے پہلے میرے اکیس سال کے بیٹے کو بلا کے اسکو گواہ رکھ کر بولے تھے کہ میں نے تیری ماں کو چھوڑ دیا ایسے تین بار بولے اور یہی چھ مہینے میں کئی بار مجھے بولے کے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اب وہ یہ بات ماننے کو راضی نہیں کہ طلاق ہو چکی ہے وہ بولتے ہیں کہ میں نے تو غصہ میں بولا تھا۔ ہم لوگوں نے دو تین مفتی سے صلاح و مشورہ کیا تو پتہ چلا کہ ہماری طلاق ہو چکی ہے۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ ہماری طلاق ہو چکی کہ نہیں؟

المستفتی: کوثر بنت احمدی۔ نوشین اپارٹمنٹ، کوسہ ممبرا تھانہ

الجواب بعون الملک الوھاب:- امام اہلسنت نے الفاظ "طلاق دی اور چھوڑ دیا،، کے متعلق تحریر فرمائی "لفظ اول ودوم دونوں صریح طلاق ہیں،، (فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۵۔ ص ۶۴۹) لہذا صورت مستفسرہ میں کوثر بنت احمدی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب بے حلالہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ،، (البقرہ ۲۳۰) ہدایہ میں ہے" ان كان الطلاق ثلاثا لم تحل له حتىٰ تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها،، (جلد ۲۔ ص ۳۷۹ مجلس برکات) نیز غصہ کی حالت میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے کہ معمولی غصہ وقوع طلاق سے مانع نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے" غالبا طلاق نہیں ہوئی مگر بحالت غضب،، (جلد ۵۔ ص ۶۲۷) کوثر کا شوہر مانے یا نہ مانے بہر صورت کوثر اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی ساتھ رہنے کے لئے حلالہ شرط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۹ ربیع النور ۱۴۲۳ھ

الاستفتاء: میں شکیل احمد ابن زین العابدین انصاری ساکن ملت نگر ونجارپٹی ناکہ

بھیونڈی اپنی بیوی اسلامہ بانو بنت مبارک حسین انصاری ساکنہ قدوائی نگر تالاب بھیونڈی کو اس کے مطالبے پر طلاق بائن دیتا ہوں۔ جیسا کہ اسٹامپ پیپر پر اس کی وضاحت موجود ہے اب ہم دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ کوئی کسی پر قانونی کاروائی کرنے کا مجاز ہوگا۔

درج ذیل گواہان کے نام: محمد نعیم ابن محمد سعید انصاری۔ انصاری رحمت اللہ ابن مشتاق احمد۔

المستفتی: محمد شکیل انصاری۔ مطلقہ کے والد مبارک حسین انصاری

الجواب بعون الملک الوھاب:۔اسلامہ بانو پر بائن طلاق پڑگئی اب وہ عدت گذار کر اپنی مرضی سے جہاں چاہے شریعت اسلامیہ کے مطابق نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب **کتبـــــــــــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۳۰/ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں زید نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو مدھو پور گاؤں گئی تو تجھے تین طلاق۔ لیکن زید کی بیوی کہتی ہے کہ زید نے تین طلاق نہیں کہا بلکہ اس طرح کہا کہ اگر تو مدھو پور گئی تو تجھے طلاق۔ پھر ایک ہفتہ بعد زید اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم مدھو پور جاسکتی ہو۔ لہذا صورت مذکورہ میں اگر زید کی بیوی اس کی اجازت سے گاؤں جاتی ہے تو کیا اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کتنی واقع ہوگی اور کس قسم کی طلاق ہوگی؟ اور بعد میں زید کا اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ نوٹ: اس سے بچنے کی کوئی تجویز بھی تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسلم، درگاہ دیوان شاہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔صورت مسئولہ میں زید کے قول کا اعتبار ہوگا عورت کے قول کا اعتبار نہیں اگر زید کی بیوی مدھو پور گاؤں جائے گی تو اس پر تینوں طلاق پڑجائے گی۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں ہے "زید کا میعاد وقوع طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جاکر رجوع کرنا محض بے اثر ہے فان الرجوع لا یتقدم الوقوع" اسی میں ہے "اما وقوع الطلاق فلتحق الشرط والاجازة لا تمنعه"۔ (جلد ۵۔ ص ۸۰۹) لہذا زید نے جو ایک ہفتہ بعد اپنی بیوی کو مدھو پور جانے کی اجازت دی یہ وقوع طلاق سے مانع نہیں طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی اب اگر زید چاہتا ہے کے اس کی بیوی کو

طلاق مغلظہ نہ پڑے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیدے پھر عدت کے بعد عورت مذکورہ گاؤں جائے پھر زید اس سے نکاح کرلے اب آنا جانا کرے طلاق واقع نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے ''تنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمن فينكحها،، (کتاب الطلاق باب التعليق ملخصا۔ جلد۴۔ ص ۶۰۹) واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** ـــــــــــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی ،۴ر جمادی الآخر ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء:

نام: رخسانہ معین الدین شیخ مراد۔ عمر: ۴۵ر سال۔ پتہ: ۰۰۰۲ ۲بی ونگ، صدیقی اپارٹمنٹ، نیانگر، میرا روڈ، تھانے۔ میری شادی سنہ ۱۹۹۴ء میں زماء الدین عبد الرحمٰن (نیا نام جمال الدین) جیجما دی کوڈی، عمر ۵۱ر سال (پتہ: کوڈی ہاؤس، جیجماڈی کوڈی، تعلقہ اڈپی، کرناٹک۔ ۵۸۴۱۰۳) کے ساتھ ممبئی میں ہوئی تھی اس نکاح سے ہمیں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ شادی کے دوسرے دن سے پی وہ مجھے مارنے لگا تھا، شادی کے بعد ایک سال تک ازدواجی تعلقات نہیں تھے، شادی کے بعد کئی جھوٹ کا پتہ چلا، شادی کے بعد کئی سال تک وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ میرے مرحوم والدین نے روپیوں سے، گھر اور گھر کے ساز و سامان سے اس کی مدد کی تھی، اس نے گھر کا سارا سامان بھی بیچ دیا تھا، میرے سونے کے سارے زیور بھی بیچ دیئے تھے، مجھے مارنا، پیٹنا اور گندی گندی گالیاں دینا اس کا روزمرہ کا معمول تھا، میں سکتہ میں تھی کے میری شادی کس حیوان سے کردی گئی تھی، میں نے کبھی کسی سے شکایت نہیں کی، اپنے والدین سے بھی کبھی کچھ نہیں کہا، یہ سمجھ کر کے شاید اللہ میرا امتحان لے رہا ہے، صبر کرتی رہی۔ پھر کچھ سال بعد ہم سعودی عرب چلے گئے، وہاں بھی وہ کئی سال تک کام نہیں کرتا تھا، میں گھر پر ایک بیوٹی پارلر اور ایک اپاہج بچوں کا اسکول چلا کر سارے اخراجات اٹھاتی تھی۔ کچھ سال بعد وہ اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ کام کرنے لگا، کمائی آتے ہی اس کی پرانی عادتیں لوٹ آئیں، وہ پڑوسی ملک بحرین میں شراب نوشی کرنے اور بازارو عورتوں کے پاس جانے لگا، پچھلے سات سالوں سے ہمارے بیچ کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور

اس نے سو سے زیادہ مرتبہ مجھے طلاق دی ہے، سات سال پہلے، آخری بچی کی پیدائش کے بعد سے میری زندگی عذاب ہوگئی تھی، وہ مجھے روزانہ مارتا تھا، خصوصاً شراب پی کر، گندی گندی گالیاں بھی روزانہ کا معمول تھا، اس وقت بھی اس نے مجھے کئی مرتبہ طلاق دی تھی۔ اس نے مجھے ان الفاظ میں کئی بار کہا کہ۔ ۱) تیرا میرا آج سے کوئی رشتہ نہیں تیرے کو میں نے طلاق دیا۔ (۲) قرآن ہاتھ میں لیکر کہا کہ" آج سے رشتہ ختم"، (۳) طلاق، طلاق، طلاق، ۵) اس کے علاوہ بھی اور کئی مرتبہ الفاظ کنایہ سے طلاق دے چکا ہے۔ پھر اللہ نے میری دعائیں سن لیں اور مجھے انڈیا آنے کا ایک موقع مل گیا، انڈیا آکر میں نے عدت کے دن بھی پورے کر لئے، اس بات کو قریبا تین سال بیت چکے ہیں۔ اب میں خود کفیل ہوں، میرے تین بچوں کی اکیلے کفالت کر رہی ہوں، اس نے کہا تھا کہ وہ کوئی خرچہ نہیں بھیجے گا اور یہ کہ مجھ سے سڑکوں پر بھیک منگوائے گا، اللہ کا شکر ہے میں نے نیچرو تھیراپی میں کورس کر لیا اور عورتوں کے لئے حجامہ، میرا ذریعہ معاش ہے۔ مئی ۲۰۱۴ء میں اس کے گھر والوں نے ایک میٹنگ رکھی، ان کے گھر مینگلور میں، جس میں اس کے بھائیوں اور بہنوں نے شرکت کی، میرے ساتھ جانے کے لئے کوئی نہیں تھا، میں اکیلی گئی تھی، جب اس کے گھر والوں نے میری آپ بیتی سنی تو دنگ رہ گئے، اس کے بھائیوں نے اس کی ملامت بھی کی تھی، پھر کسی مفتی سے دریافت بھی کیا تھا، اس مفتی نے کہا تھا کہ طلاق ہو چکی ہے۔ چونکہ جمال سعودی میں کام کرتا تھا، مجھ سے کہا گیا کہ میں بچوں کی پرورش کروں، اور جمال خرچ کے لئے ہر ماہ ۲۵۰۰۰ ہزار روپئے بھیجے گا، جس میں سے مجھے لینے کے لئے جمال نے منع کر دیا تھا، میں بھی اپنے ذاتی خرچ کے لئے اس میں سے کچھ نہیں لیتی ہوں، بلکہ تین بچوں کی کفالت اور اسکول کی تعلیم کیلئے وہ بھی کم پڑتا ہے اور وہ بھی کبھی کم اور کبھی وقت پر نہیں آتا ہے۔ مینگلور کی میٹنگ کے بعد جمال کی بڑی بہن نے طلاق کے کاغذات بھیجنے کا وعدہ کیا تھا جو آج تک پورا نہیں کیا گیا اور میں بیچ میں لٹکی ہوئی ہوں۔ میں نے جمال سے بات کرنا بھی بند کیا تھا، اس دوران اس نے فون پر اس کے سعودی کفیل سے بھی میری بات کرائی، اس کے کفیل نے میری بات سن کر جمال کو کافی برا کہا تھا اور اس نے بھی اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ طلاق ہوگئی ہے۔ میرے والدین اور بھائی گذر چکے ہیں، میری وکالت کرنے والا کوئی نہیں ہے لہذا میری

آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ شریعت کی رو سے جو ہماری طلاق ہوچکی ہے اس دستاویزی شکل دینے کی غرض سے سند لکھ دیجئے۔ میں حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ اوپر دیا ہوا میرا بیان پورا سچ ہے اور اس بات کا اللہ شاہد ہے۔

المستفتیہ: رخسانہ بانو بنت معین الدین شیخ مراد

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔صورت مسئولہ میں رخسانہ بانو پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب رخسانہ جمال الدین کے لئے حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنكح زوجا غيره ،،(البقرہ ۲۳۰) رخسانہ کو اختیار ہے کہ چاہے تو بعد حلالہ جمال الدین سے نکاح کرلے یا اپنی زندگی اپنے طور پر گذارے بہرحال اب رخسانہ جمال الدین کی بیوی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۳؍ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ

الاستـفـتـاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ محمد شفیق جو کہ سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں۔ ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان ناچاقی رہتی ہے۔ حتی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ لڑکی کا چھوٹا بھائی محمد شاکر کا کہنا ہے کہ اگر آپ ہماری بہن کو نہیں رکھنا چاہتے یا خرچہ دینا نہیں چاہتے تو آپ ہماری بہن کا فیصلہ دے دو۔ تب محمد شفیق نے سعودی عرب میں رہتے ہوئے موبائیل پر اپنی بیوی کو تین بار یہ جملہ کہتے ہوئے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، کہہ کر اپنا فیصلہ سنا دیا۔ لہٰذا مفتی صاحب سے عرض یہ کرنا ہے کہ اس نوعیت میں شرعی حکم کیا ہے اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شاکر (لڑکی کا بڑا بھائی) مقام ڈیگوٹ پوسٹ انتری تحصیل رانی گنج پرتاپ گڑھ

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔صورت مسئولہ میں اگر واقعی شفیق نے اپنی بیوی کو موبائیل پر طلاق دے دی ہے تو شفیق کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنكح زوجا غيره ،،(البقرہ ۲۳۰) لہٰذا اب حلالہ کے بعد ہی دونوں میں رشتہ ازدواجی قائم ہوسکے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۳۰؍ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شریعت کی روشنی میں کہ باہمی انسیت کی بنا پر ایک مرد عورت نے شرعی دائرے میں اپنی مرضی سے نکاح کیا اور گھر سے الگ دوسرے مکان میں رہائش پذیر ہوئے، نکاح کے چند ہفتوں کے بعد شوہر اپنی بیوی کو اپنے ماں باپ کے گھر Shift کرنا چاہا، مگر بیوی نے الگ رہنے کی ضد کی اور دوسرے دن شوہر کو بتائے بغیر گھر سے چلی گئی اور کچھ دنوں تک لاپتہ رہی۔ اس کے بعد دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی بڑی بہن کے گھر پہ ہے۔ اس دوران بیوی حاملہ بھی رہی، شوہر نے ملاپ کی کوشش کی، جماعتیں بھی بیٹھی مگر سب بے کار ثابت ہوا۔ بیوی واپس نہ آئی، اپنی ضد پر اڑی رہی۔

اسی عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت بچے کی عمر ڈھائی سال ہو چکی ہے یعنی شیر خواری ترک کر چکا ہے، شوہر ملاپ کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ سوالات بیوی سے کیے جس میں وہ حق بجانب ہے مگر بیوی نے اطمینان بخش جواب نہ دیا بلکہ اب وہ شوہر سے خلع کی مانگ کر رہی ہے۔ شوہر خلع کے لئے راضی ہوا تو اس میں شریعت کا کیا حکم ہے، خلع کس طرح عمل پذیز ہوگی، بچہ کس کی تحویل میں دیا جائے؟ کتنے عرصے تک؟ نان ونفقہ اور بچے کے اخراجات کیسے ہوں گے۔ برائے مہربانی تفصیل بیان فرمائیں

المستفتی: آصف قریشی، قریش نگر دوسرا نظام پورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب:- مال کے بدلے نکاح ختم کرنے کو خلع کہا جاتا ہے اس طرح کہ شوہر اپنی مرضی سے عورت سے کچھ مال لیکر اس کو نکاح سے جدا کر دے مثلاً شوہر یہ کہے کہ اتنے روپے کہ بدلے میں تم سے خلع کر رہا ہوں عورت کہے میں راضی ہوں، تو عورت پر متعین رقم دینا لازم ہوگا اور قبول کرتے ہی بائن طلاق پڑ جائے گی اب عورت عدت مکمل کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ ہدایہ میں ہے ”فاذا فعل ذالك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال،، (باب الخلع، جلد۲۔ ص۳۸۴ برکات) اور لڑکا سات سال کی عمر تک ماں کی ماں کی پرورش میں رہے گا اور اخراجات باپ پر لازم ہوں گے بشرطیکہ ماں کسی اجنبی سے شادی نہ کرے اگر شادی کر لیتی ہے تو پرورش کا حق ماں سے ساقط ہو جائے گا اور نانی کو یہ حق حاصل ہوگا وہ نہ ہو تو دادی کو۔

واللہ اعلم بالصواب **کتبـــــــــــــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۴؍ربیع النور ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اب اس کی بیوہ جو کہ عدت گزار رہی ہے تو اب اس عورت سے کون لوگ ملاقات کر سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ مذکورہ عورت کے رشتہ دار میں بہت سے لوگ بدمذہب ہیں جن میں اس کے داماد وغیرہ بھی شامل ہیں! قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: سمیع اللہ، صمد نگر، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: -عدت میں زینت ممنوع ہے البتہ محرم سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بدمذہب سے مطلقا میل جول ممنوع ہے خواہ رشتہ دار ہو یا غیر۔ حدیث شریف میں ہے "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم"، (مسلم مقدمہ حدیث ۱۰) لہذا بدمذہب سے بالکل ملاقات نہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۶؍جمادی الآخر ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ زید کا انتقال ہو گیا ہے جس کے پاس اس کی ذاتی کمائی سے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ اپنے تین بچے یعنی دو بیٹیاں، ایک بیٹا اور بیوی کے ساتھ رہتا تھا جب کہ والدین بقید حیات ہیں۔ بعد انتقال اس کی بیوہ نے اپنی مرضی سے عمرو کے ساتھ نکاح کر لیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے تینوں بچوں کا وارث کون ہے وہ کس کے پاس رہیں گے نیز وہ بچے اپنے دادا کی جائیداد میں حق وحصہ رکھتے ہیں یا نہیں جبکہ زید کے والدین کے پاس اور بیٹا بیٹیاں موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں بہت نوازش ہوگی۔

المستفتی: نواب کریم خان، غیبی نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: -صورت مسئولہ میں بچوں کی پرورش کا حق ماں سے ساقط ہو گیا۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے "اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کر لے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہ ہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا (جلد ۵۔ ص ۸۷۸ قدیم) اب لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکیا نو سال کی

عمر تک نانی کی پرورش میں رہیں گی اگر وہ نااہل ہو یا پرورش سے انکار کردے تو یہ حق دادی کو حاصل ہوگا اور بہر صورت نفقہ دادا پر لازم ہے کیونکہ لڑکا سات سال کی عمر کے بعد اور لڑکیاں نو سال کی عمر کے بعد دادا کے پاس رہیں گے۔ فتح القدیر سے فتاویٰ ہندیہ میں ہے"ان لم یکن لہ ام تستحق الحضانة بان کانت غیراھل للحصانة او متزوجة بغیر محرم اوماتت فام الام اولیٰ وان علت فان لم یکن للام ام فام الاب اولیٰ "اھ(عالمگیری الباب السادس عشر فی الحضانۃ، جلد ا۔ص ۵۴۱) درمختار میں ہے"والحضانة بالغلام حتیٰ یستغنی عن النساء قدر بسبع وبه یفتی وبالصغیرة حتیٰ تشتھی وقدر بتسع وبه یفتی "(ملخصا کتاب الطلاق باب الحضانۃ، جلد۵۔ص ۲۶۸) ردالمحتار میں ہے"ویجبر الاب علی اخذالولد بعد استغنائه لان نفقته وصیانته علیه بالاجماع واذا استغنی الغلام من الخدمة اجبر الاب اوالوصی اوالولی علی اخذہ لانه اقدر علی تادیبه وتعلیمه واذا استغنی الغلام وبلغت الجاریة فالعصبة اولی یقدم الاقرب فالاقرب "(ملخصاً، جلد۵۔ص ۲۶۸) اور تنویر الابصار میں ہے"الجد بمنزلة الاب فیه "(جلد۵۔ص ۲۷۱) فتاویٰ رضویہ میں ہے"لڑکے کا مال نہ رہے تو اس کے دادا پر ہوگا "(جلد۵۔ص ۸۸۹) اور دادا کی جائیداد میں چچا کی موجودگی میں پوتوں کو حصہ نہیں ملے گا۔ البتہ صورت مستفسرہ میں دادا کو چاہیئے کہ بطور ھبہ کچھ جائیداد مرحوم کی اولاد کو دیگر قانونی طریقے سے قبضہ دلا دے کہ زندگی میں دادا کو اپنی جائیدا کا مکمل اختیار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۴ ربیع النور ۱۴۳۶ھ

کتاب الوقف.....................وقف

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں اگر زید نے زمین کرائے پر یا پگڑی پر یا Lease پر یا مہانگر پالیکا کی جگہ پر قبضہ کرکے مسجد کی تعمیر کی۔ کیا اسے مسجد کہا جائیگا؟ اور اس میں نماز ہوگی؟ اور وہ مسجد جو کہ غیر قانونی بھی ہے اسے مہانگر پالیکا نے توڑ دیا تو کیا اسے شہید کہا جائیگا۔

المستفتی: غلام غوث مشتاق امبیلکر عرف منا بھائی، مچھلی بازار کلیان

الجواب بعون الملک الوهاب :۔اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ''ان المساجد للّٰہ ،،یعنی مسجد اللہ ہی کے لئے ہیں۔فتاویٰ امجدیہ میں ہے ''جب تک وقف نہ ہو مسجد نہیں ہوسکتی مسجد ہونے کے لئے وقف کرنا شرط ہے،،(جلد۳۔ص۱۳۰)لہذا ایسی زمین جو کرایہ پر ہو یا پگڑی پر ہو اس پر مسجد بنانا جائز نہیں اگر ایسی زمین پر مسجد بنائی گئی تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوگی اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد میں پڑھی گئی نماز کے برابر ثواب نہیں ملے گا اور نگر پالیکا کی زمین اگر مسلمان قبضہ کرلیں اور یقین ہو کہ اس پر مسجد تعمیر کرنے کے بعد حکومت کوئی مداخلت نہیں کرے گی تو اس پر مسجد بنانے میں حرج نہیں ورنہ ایسی زمین پر مسجد تعمیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔واللہ اعلم بالصواب **کتبـــہ** محمد محبوب رضا المصباحی،۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: محترم ومکرم مفتی صاحب قبلہ۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (۱) ایک عورت جو سود کے کاروبار میں ملوث ہے، ہر کسی کو سود پر رقم فراہم کرتی ہے، نیز راشن کی دوکان سے کیروسن خرید کر اسے مہنگے داموں پر فروخت کرتی ہے، اور اپنے ان کاروبار سے اس نے دو گھر بنوا لیئے ہیں۔(۲) ایک شخص کلب (Club) چلاتا ہے جس میں جوئے پر پیسے لگائے جاتے ہیں، اسی آمدنی سے اس نے چند مکانات بنوائے اور انہیں کرایہ پر دے دیئے۔

سوالات۔۔۔۔؟

(۱) وہ عورت جو سودی کاروبار کرتی ہو اور کیروسین (حکومت ہند کی نظر میں) ناجائز طریقے سے خرید کر فروخت کرتی ہو اس کا دیا ہوا پیسہ مسجد میں لگانا کیسا؟ (۲) اگر وہ اپنے مکانات مسجد میں دینا چاہے تو کیا اس کے مکانات لینا جائز ہے؟ (۳) چند اشخاص کا یہ کہنا ہے کہ کیروسین غریبوں کا حق ہے اسے غیر قانونی طریقے سے حاصل کر کے بیچنا درست نہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اس تعلق سے کیا حکم ہے؟ (۴) جو شخص کلب چلائے اس کا وہ پیسہ جو ماکانات کے کرائے کی صورت میں اس کے پاس آیا اس کا مسجد میں لگانا کیسا؟ (۵) یا مطلقا بغیر بتائے کہ یہ پیسہ کرایہ کا ہے یا کلب کا اگر وہ مسجد میں دے تو اس پیسے کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۶) مسجد چونکہ ایسی جگہ ہے جہاں قریب ہی کفار ومشرکین بھی آباد ہیں، اگر وہ مسجد کی جھولی میں رقم ڈال دیں یا بغیر تقاضہ کے تعمیری سامان مثلاً ریتی، سمینٹ یا سلائی وغیرہ مسجد

میں دیں تو مسجد کے لئے ان کا استعمال درست ہوگا یانہیں؟ مذکورہ سوالات کے جوابات مع دلائل عنایت فرما کر مشکور وعنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: اراکین مسجد ومدرسہ انصار مدینہ، شانتی نگر، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوهاب :۔امام اہلسنت سے سوال ہوا ''ایک رنڈی نے اپنے پیشہ کے ذریعہ سے کچھ دکانیں خریدیں چندروز کے بعد وہ رنڈی مرگئی۔ بعد مرنے کے وہ دوکانیں وراثۃ اس کی بہن کو پہونچی جو اپنے پیشہ سے تائب اور کسی کے نکاح میں ہے اب اس کی بہن اپنی طرف سے اس جائداد کو جو وراثۃ اس کو ملی ہے کسی مسجد کے نام وقف کرنا چاہتی ہے اس صورت میں متمان مسجد کو ان دوکانوں کو لینا اور ان کے کرایہ سے مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یانہیں؟ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں ''جبکہ دوکانیں بعینہا رنڈی کو اجرت زنا یا غنا میں نہ ملی تھیں بلکہ اس نے خریدی اگرچہ خریداری اسی زرخبیث سے ہوتو ازانجا کہ عامہ عقود رائجہ میں یہ قاعدہ نہیں کہ روپیہ دکھا کر کہا جاتا ہو اس روپئے کے عوض بیع کرے یا خریدے بلکہ مطلق بیع ہوتی ہے تو عقد ونقد زرحرام پر جمع نہیں ہوتی اور مذہب کرخی مفتی بہ پر ایسی حالت میں اس سے مشتری میں خباثت بھی نہیں آتی تو دوکانیں خود اس رنڈی کے لئے اس صورت میں حرام نہ ہوں گی نہ کہ بعد انتقال وراثت۔ لہذا وقف مذکور فقط صحیح بلکہ جائز ومورث ثواب ہوگا ورمتولیوں کو ان کا لینا اور ان کا کرایہ مسجد میں صرف وخرچ کرنا ہرطریقے جائز ہوگا،، (حوالہ فتاوی رضویہ، جلد۶۔ ص ۴۱۶) لہذا صورت مسئولہ میں (۱) اس عورت کا پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے (۲) اس کے مکانات بھی مسجد پر وقف ہوسکتے ہیں اور مسجد کے لئے لیئے جاسکتے ہیں (۳) کوئی بھی غیر قانونی کام جائزنہیں لیکن ایسے لوگوں کے پیسے مسجد میں صرف ہوسکتے ہیں (۴) اس کا پیسہ مسجد کے تعمیری کاموں میں یا دیگر اخراجات میں صرف کرنا درست ہے (۵) بہرصورت مسجد کے لئے لینا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۶) اگر کوئی کافر بغیر تقاضہ کئے اپنی مرضی سے مسجد کی جھولی میں رقم ڈال دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح ریتی، سمینٹ وغیرہ بھی اس کی طرف سے لے سکتے

ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اگر اس نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمانوں کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃ کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو مسلمان نے ایسا ہی کیا تو مسجد ضرور مسجد ہوگی،، (جلد ٦۔ص ٣٩٦) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ٢٨ ررجب المرجب ١٤٣٦ھ

الاستـفـتــاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بھیونڈی میں اوروله تالاب سے لگ کر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اس پہاڑی پر ایک بزرگ کا مزار شریف ہے جن کا نام سید صوفی جلال الدین عرف ابدال شاہ ہے، اس مزار کی جگہ کا کل رقبہ بیس ضرب پینتیس فٹ (35 x 20) فت ہے (اسکوئر فٹ کے حساب سے) اور باقی زمین محکمہ جنگلات (فاریسٹ) کے تحت ہے۔ مقام مذکور کے اردگرد ہر چہار جانب تقریبا ٢ کلومیٹر تک کوئی مسلم آبادی نہیں ہے، مزار کے سامنے تھوڑی سی خالی جگہ ہے جو 20 x 35 کے علاوہ ہے اسی میں زائرین نماز جماعت کا اہتمام کرتے ہیں، امامت واذان ایک ہی فرد کے ذمہ ہے جو کہ مزار کا خادم بھی ہے۔ 1 راپریل ٢٠١٥ء کو بھیونڈی میونسپل کارپوریشن اور کھارواڑا پولیس اسٹیشن کی جانب سے کھلی جگہ پر کسی بھی قسم کی پختہ عمارت بنانے کی ممانعت کی نوٹس آچکی ہے۔ ایک عقیدت مند نے مقام مذکورہ پر چھوٹی سی مسجد بنانے کی اجازت طلب کی درگاہ ٹرسٹ کے صدر جناب معین الدین انصاری نے اجازت دے دی، اس شرط پر کہ مسجد میں علامت مسجد جیسے محراب، منبر، مینار وغیرہ نہ بنایا جائے کیونکہ زائرین کی تعداد اس قدر نہیں ہو پاتی کہ پنج وقتہ نماز باجماعت کا باقاعدگی سے اہتمام ہو سکے۔ بارش کے موسم کے علاوہ کے دنوں میں ظہر، عصر، مغرب کی نمازوں میں کبھی چار کبھی چھ نمازی ہی ہو پاتے ہیں اور فجر وعشاء میں صرف خادم ہی رہ جاتا ہے اور یہ صرف جمعرات کے دن کی بات ہے، باقی دنوں میں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خادم تنہا ہی اذان کہہ کر تنہا ہی نماز پڑھ لیتا ہے۔ دوسری تکلیف یہ کہ اطراف میں تقریبا دو کلومیٹر تک مکمل غیر مسلم آبادی ہونے کی وجہ سے مستقبل میں مسجد مذکورہ وجہ تنازع بن سکتی ہے کیونکہ پولس اور میونسپلٹی کی نوٹس پہلے ہی سے موجود ہے، اگر محکمہ جاتی کاروائی میں مسجد کی عمارت کو نقصان پہونچتا ہے تو شر وفساد کا قوی امکان ہو جائیگا

اور اس صورت میں درگاہ مذکورہ کے دیگر رسومات جیسے عرس، قل شریف، نوری محفل، لنگر و دیگر پروگرام بھی زد پر آجائیں گے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ

(۱) محکمہ جنگلات (فاریسٹ) کی زمین پر مسجد کی تعمیر ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۲) اگر شر و فساد کا اندیشہ ہو تو بغیر منبر و محراب کے مسجد بنانے کا کیا حکم ہے؟ نیز ایسی عمارت مسجد کے حکم میں آئے گی یا کہ نہیں؟ (۳) اگر اس خالی جگہ کو جہاں اب تک نماز ادا ہوتی رہی اس کے حال پر چھوڑ دیں اور حسب سابق نماز وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۴) زائرین میں مسلم، غیر مسلم، عورتیں، بچے سبھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مسجد کا تقدس پامال ہونے کا قوی اندیشہ ہے اس صورت میں تعمیر مسجد کے تعلق سے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) حکومتی نوٹس کے ہوتے ہوئے غیر قانونی طریقے سے اس قسم کی عمارت بنام مسجد کی تعمیر کے بارے میں از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ (۶) غیر مسلم زائرین، بچوں اور عورتوں کی وجہ سے اگر حرمت مسجد پر حرف کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ مذکورہ عقیدت مند، درگاہ ٹرسٹ یا عام مسلمان؟ (۷) سوالات مذکورہ کے تعلق سے شریعت محمدیہ کیا حکم نافذ فرماتی ہے مفصل و مدلل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا

المستفتی: معین الدین انصاری، صدر صوفی ابدال شاہ درگاہ ٹرسٹ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔مسجد اس زمین پر نہیں بنائی جاسکتی جو کسی کی ذاتی ہو لیکن فاریسٹ کی زمین کسی کی ذاتی نہیں بلکہ گورمنٹ کے زیر تصرف ہوتی ہے جو درحقیقت اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے اور بیت المال کی کہلاتی ہے۔ھکذا فی الجزء السادس من الفتاویٰ الرضویہ لہذا صورت مسئولہ میں مذکورہ زمین پر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔حضرت ابدال شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے سے متصل جو جگہ ہے اس پر ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر ہوسکتی ہے بلکہ درگاہ ٹرسٹ پر لازم ہے کہ وہاں ایک مسجد تعمیر کرنے کی کوشش کرے۔

امام الفقہا و المحدثین حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ''ان المقیم فی الفسطاط لا یخلو من الصلوۃ ھنالک فلیزم اتخاذ المسجد عند القبر،، (عمدۃ القاری کتاب الجنائز قبیل حدیث ۱۳۳۰) یعنی جو لوگ قبر کے پاس رہتے ہیں وہ یقیناً نماز ادا کریں

گے کیونکہ نماز تو اہم الفرائض ہے اور نماز کے لئے مسجد بنانا لازم ہے یہ اور بات ہے کہ مسجد کے لئے پکی عمارت اور منبر ومحراب لازم نہیں لیکن حالات اتنے بھی خراب نہیں کہ منبر ومحراب کے ساتھ اگر مسجد بنائی جائے تو فتنہ وفساد رونما ہو جائے ورنہ یہ امکان تو درگاہ کی وجہ سے بھی برقرار رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ جب وہاں درگاہ ہے تو پنجوقتہ نماز ادا کرنے کیلئے مسجد بہرحال بنائی جائے گی اور عام زائرین کے دلوں میں عظمت اسی صورت میں قائم ہوگی جبکہ مسجد منبر ومحراب کے ساتھ ہو کہ جہاں کی نظر میں مسجد نام ہے منبر ومحراب والی عمارت کا اور ایسی جگہ کی وہ خود بھی بحرمتی نہیں کرتے پھر بھی مسجد کی حرمت برقرار رکھنے کی ذمہ داری تما مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے بالخصوص ٹرسٹ اور خادم پر سب سے زیادہ۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، تاریخ ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل ہذا میں کہ گاؤں کی پرانی مسجد کو شہید کر کے اور توسیع کرنا چاہتے ہیں، مغرب کے سمت میں جگہ کافی ہے تو ایسی صورت میں موجودہ مسجد کا حصہ صحن میں آئے گا اور دوسری بات نئی تعمیر میں نیچے کا پورہ حصہ کچھ مصلحتوں کے پیش نظر مسجد کے اخراجات کے تعلق سے دوکانیں بنانا چاہتے ہیں اور نماز کا اہتمام اوپر کے حصہ میں کرنا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں یہ تبدیلی جائز ہے یا نہیں۔

حضرت والا سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ المستفتی: اسرار احمد محمد خطاب، موضع مرکھہ مئو

الجواب بعون الملک الوھاب:۔قدیم مسجد جس جگہ ہے بعد توسیع بھی اس جگہ کو مسجد میں شامل کرنا ضروری ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی جائز نہیں۔ فتاویٰ امجدیہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے ”جب مسجد تعمیر ہوگئی تو تحت الثریٰ سے عرش تک اوتنی فضا مسجد ہوگئی اوسکی مسجدیت باطل نہیں کی جاسکتی پھر اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کرانے میں حدود مسجد کے اندر نیچے اوپر دوکان نہیں بنائی جاسکتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فنائہ لان

المسجد اذا جعل حانوتا و مسكنا تسقط حرمته وهذا لا یجوز،، (جلد۳۔ص۱۴۴)

واللہ اعلم بالصواب **کتبــــــــــہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۷؍جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

کتاب الھبہ

الاستفتاء: محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں محمد اکرم ولد محمد یٰسین مرحوم یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری دادی فاطمہ بی نے دو نکاح کیا، پہلے نکاح سے دو بیٹیاں مرحومہ صغرہ اور وسیمہ تھیں پھر شوہر کا انتقال ہوگیا۔ شوہر کے انتقال کے بعد دادی نے دوسرا نکاح کیا، دوسرے نکاح میں دو لڑکے محمد یٰسین مرحوم اور محمد یوسف اور ایک لڑکی مرحومہ مریم ہیں۔ دادی کے میکے والوں نے دادی کو کچھ زمین دئے تھے، دادی کی موجودگی میں پہلے نکاح کی دو بیٹیاں مرحومہ صغرہ اور وسیمہ نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم لوگوں کو کچھ نہیں چاہیئے جو کچھ ہے وہ دوسرے نکاح سے ہوئے دو لڑکوں محمد یٰسین اور محمد یوسف اور ایک لڑکی مرحومہ مریم کا ہے تبھی دادی نے اپنی زندگی میں زمین کو دونوں بیٹوں مرحوم یٰسین اور محمد یوسف کے نام لکھوادی تھیں اس میں تیسرا کوئی نہیں ہے۔ اور اب مرحوم محمد یٰسین و محمد یوسف اس زمین کو فروخت کرنا چاہتے ہیں تو مرحومہ صغرہ کا لڑکا انوار الحق حق مانگ رہا ہے۔ جبکہ وسیمہ ابھی بھی حیات میں ہے اور اقرار کرتی ہے کہ ہم لوگوں نے کچھ نہ لینے کی بات کہی تھی اور ابھی بھی کہہ رہی ہوں کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے مگر مرحومہ صغرہ کا لڑکا انوار الحق کہتا ہے،، مجھے کچھ نہیں معلوم مجھے میری ماں کا حق چاہیئے ۔ایسی حالت میں صغرہ اور وسیمہ کا کوئی حق بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اکرم، صمد نگر، کنیری، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: جب مرحومہ نے اپنی زندگی میں زمین مرحوم یاسین اور محمد یوسف کو ہبہ کردیا تو اس زمین کے مالک یہی دونوں لڑکے ہیں اس میں لڑکیوں کا کوئی حصہ نہیں اسی طرح انوار الحق کا مطالبہ درست نہیں۔ البحر الرائق میں ہے ''ان وھب کلہ لواحد جاز،، فتاویٰ امجدیہ میں ہے ''جب ھبہ کرکے قبضہ بھی دلا دیا تو ہبہ تمام ہوگیا،، (جلد۳۔ص۲۶۵) واللہ اعلم بالصواب

کتبـــہ محمد محبوب رضا المصباحی،

الاستـــفتـــاء: حضور مفتی صاحب............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میرا نام شہناز بانو ہے، میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، ذریعہ معاش کے لئے میرے بڑے لڑکے کا سہارا تھا لیکن چند سال قبل اس کا بھی انتقال ہو گیا اب میرے پاس کچھ بھی نہیں اور اپنے دو بچے جو کہ ابھی چھوٹے ہیں ان کی پرورش کے لئے دوسروں کے گھر نوکری کرتی ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرے والدین ابھی حیات ہیں اور جو کچھ ان کی ملکیت میں ہے اس میں سے مجھے کچھ بھی نہیں دیا گیا۔ از روئے شرع ارشاد فرمائیں کہ کیا میرے والدین کی جائداد میں میرا حق ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنا حق ہے اور میرے والدین کی میرے متعلق کیا ذمہ داری ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ نوٹ: ہم لوگ کل تین بھائی ایک بہن ہیں!

المستفتیہ: شہناز بانو زوجہ مرحوم اختر علی انصاری، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: اگر آپ کے والد نے اپنی حیات میں جائداد کی تقسیم کی ہے تو ان کے لئے بہتر تھا کہ لڑکے اور لڑکی سب کو برابر دیتے (فتاویٰ امجدیہ، جلد۳۔ ص۲۶۴) کسی کو بالکل محروم کر دینا اس طرح کہ تقسیم کے وقت صرف لڑکوں کو ملحوظ رکھنا اور لڑکی کو کچھ نہ دینا ظلم ہے جس کی وجہ سے تقسیم کرنے والا گنہ گار ہوگا۔ لہذا آپ کے والد آپ کو کچھ نہ دینے کی وجہ سے گنہ گار ہوئے ان پر لازم ہے کہ اپنی جائداد میں سے کچھ آپ کو بھی دے دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستـــفتـــاء: محترم مولانا مفتی صاحب قبلہ، کیفیت: میرے مرحوم دادا جان جناب عبد الرزاق (عرف مشتاق) آمین صاحب گانگڑے نے اپنی حیات مبارکہ میں تقریباً ۱۹۷۷ء میں اپنے دونوں فرزندوں کی شادی آبادی کی ذمہ داری کا فرض خود ادا کیا۔ اسی طرح اپنی چار بیٹیوں کا نکاح وشادی کا فرض بھی ادا کیا۔ وہ تا حیات مقروض نہ رہے بلکہ خود کے کفن دفن کے لئے ہمارے اکلوتے چچا جان (شاکر گانگڑے) کے پاس معقول سرمایہ چھوڑ گئے۔

اس کے علاوہ اپنی رہائش گاہ، ملکیت مکان یعنی رہتا ہوا گھر نمبر ۵۵، اور اس سے وابستہ لگت جگہ سروے نمبر 2542 ہے، وکھیتی زمین منہ زبانی بطور ھبہ وصیت دو شاہدوں رگواہوں کے حاضری میں ہمارے مرحوم والد کے حیاتی میں اور ہمارے اکلوتے چچا جان و پھوپھیوں کے حاضری میں شریعت محمدی کے مطابق ہمارے مرحوم دادا جان نے یہ ھبہ ووصیت کی۔ ہمارا رہتا ہوا مکان ہمارے والد والدہ کو سونپا، اور دوسرا حصہ ہمارے اکلوتے چچا جان کو سونپا۔ لگت جگہ سروے نمبر 2545 ہے۔ کھیتی جگہ زمین بطور دیکھ بھال ذمہ دار وامانت دار چچا جان (شاکر گانگڑے ان کو بنایا) اور وصیت فرمائی کے اس میں کسی نے خیانت نہیں کرنا۔ یہ میرے سب بچوں کی ملکیت ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی وصیت کی کہ اس رہتے ہوئے گھر اور اس لگت جگہ سروے نمبر 2545 اور کھیتی زمین میں میرے چار بیٹیوں کا شرعی حق ہے تمہارے ساتھ ہے ان کے ضرور وقت پر یا مانگے جانے پر تم دونوں بیٹوں نے یا تمہارے وارثوں نے بغیر کوئی عذر بغیر انکار کیئے راضی خوشی ادا کرنا۔ ہم ہمارے حصے میں ہمارے والد مرحوم و مرحوم دادا جان کی حیات زندگی سے ہماری بزرگوار والدہ کے ساتھ مع پریوار رہتے ہیں اور آج بھی ہمارا قبضہ ہے۔ ہمارے والد ۱۹۹۹ء میں انتقال ہوا، اور ہمارے دادا جان ۲۰۰۰ء میں انتقال ہوا، اب تقریباً پندرہ سال بعد وہ ہمیں مرحوم دادا جان کی ھبہ ووصیت کی ہوئی۔ جگہ زمین، کھیتی، زمین اور دیگر جائیداد سے باہر نکالنا محروم کرنا۔ لاوارث کرنا۔ بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی خالص وجہ آج کے زمانے کی جگہ زمینوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے چاچا جان (شاکر گانگڑے) کی ذہنیت خراب ہے اور ان میں خیانت اور لالچ پیدا ہوا ہے۔ اس کے لئے وہ غیر قانونی حربوں کا سہارا لے رہے ہیں اور بلاوجہ وہ ہمیں مالی وذہنی پریشانیوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ اس طرح ایک تنازعہ اور بکھیڑا کھڑا کیا ہے۔ کہرام مچایا ہے کہ میں اپنے باپ کی ساری جائیداد کا اکیلا اکلوتا مالک اور وارث ہوں۔

سوال کیا؟

(الف) ان حالات میں اس ملکیت مکان لگت جگہ، کھیتی، زمین سے وہ ہمیں بے دخل اور باہر نکال سکتا ہے؟ (ب) کیا وہ ہمارے مرحوم دادا جان کی ھبہ ووصیت کو توڑنے کا حق رکھتا ہے؟

(ج) کیا وہ ہمارے پندرہ سال پرانے قبضے کو چھین سکتا ہے۔ کیا وہ ہمیں گھر سے بے گھر کرسکتا ہے؟ (ح) کیا وہ ہمارا پرانا حق وھبہ ووصیت کو توڑ سکتا ہے؟ (خ) کیا ہماری پھوپھیاں بھی اس ھبہ ووصیت کی ہوئی تمام جائداد سے لاوارث وحق سے محروم ہونگے؟ (د) کیا صحیح معنوں میں، چچا (شاکر گانگڑے صاحب) مرحوم داداجان کی کی ہوئی وصیت وھبہ کو توڑ کر داداجان کی ساری جائداد کا حق دار اکیلا بن سکتا ہے؟ (ذ) براہ کرم شریعت محمدی کے نقطۂ نظر سے میرے اس مسئلہ پر غور وخوض فرما کر فتویٰ جاری کیجئے اور اس سند کو پیش کیجئے۔

المستفتی: ذوالفیض اختر گانگڑے، رہائش: ۵۵ر بھسار محلّہ، نزد اقصیٰ اسکول، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: اگر واقعی آپ کے داداجان نے مذکورہ جائداد آپ کے والد کو ھبہ کر کے قبضہ دیدیا تھا تو صورت مسئولہ میں وہ جائداد آپ کے والد کی ہوگئی اور والد کے انتقال کے بعد اس کے مالک آپ لوگ ہیں اب کوئی شخص خواہ آپ کے چچا کیوں نہ ہو اس سے بے دخل نہیں کرسکتا اور نہ ہی ھبہ کو توڑ سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسلام میں چچا کو یہ اختیار نہیں کہ وہ والد کے ھبہ کو توڑ دے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت گنہ گار ہونگے ان پر توبہ لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید باحیات ہے ان کے سات (۷) لڑکے ہیں جسمیں (۶) لڑکے زید ہی کے پاس رہتے ہیں اور ہمہ وقت زید کا خیال رکھتے ہیں اور زید ہی کے کہنے کے مطابق ان کا حکم مانتے ہیں۔ اور بالکل صحیح طریقے سے رہتے ہیں، زید کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہیں اسی لئے ان چھ (۶) لڑکوں سے زید کو کبھی کوئی شکایت نہیں رہتی ہے لیکن زید کا بڑا لڑکا جو کہ شادی شدہ ہے، زید سے بالکل الگ رہتے ہیں اور زید کے کہنے سننے میں نہیں رہتے ہیں بلکہ زید کے ہمیشہ خلاف رہتے ہیں زید کو اس سے ہمیشہ شکایت رہتی ہے، زید اپنی حیات میں اپنی جائداد کو تقسیم کردینا چاہتے ہیں ان جائداد میں سے کچھ جائداد ایسی ہیں جو زید کے چھ لڑکوں نے اپنے والد یعنی زید کے ساتھ مل کر اپنی محنت سے بعد میں بڑھایا ہے اور زید بذات خود اس

بات کی تصدیق کرتے ہیں ان چھ لڑکوں میں دو لڑکوں کی شادی کرانا ابھی باقی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید اپنی جائداد تمام لڑکوں میں برابر تقسیم کرسکتا ہے یا اسمیں کم زیادہ ہوسکتا ہے، کس کو ان جائداد میں کتنا ملے گا۔ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: طالب علی ولد مرحوم عثمان غنی، 663 حافظ نگر، بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر

الجواب بعون الملک الوھاب: صورت مسئولہ میں قدیم وجدید تمام جائداد زید کی قرار پائے گی لہذا زید کو اپنی حیات میں یہ اختیار ہے کہ کل جائداد ورثا میں تقسیم کردے یا اپنے قبضے میں رکھے البتہ جسے جس قدر دے گا وہ اتنی ہی مقدار کا مالک رہے گا لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں سب کو برابر برابر حصے دے کم زیادہ نہ دے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے " ہر شخص کو اپنے مال کا زندگی میں اختیار ہے چاہے کل خرچ کرڈالے یا باقی رکھے،، (جلد ۳۔ ص ۲۶۷) اسی میں ہے " زندگی میں جو جائداد اپنی اولاد کو دینا چاہے تو سب کو برابر دے یہاں تک کہ لڑکی کو بھی اتنا ہی دے جتنا لڑکے کو،، (جلد ۳۔ ص ۲۶۶) اور فتاویٰ رضویہ میں ہے " مذہب مفتی بہ پر افضل یہی ہے کہ بیٹوں، بیٹیوں سب کو برابر دے یہی قول امام ابو یوسف کا ہے،، (جلد ۸۔ ص ۵۹ قدیم) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ ـــــــــ محمد محبوب رضا المصباحی، ۹/ ربیع الغوث ۱۴۳۶ھ

کتاب الفرائض.........................میراث

بخدمت مفتی صاحب۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوگیا ہے۔ مرحوم کی ملکیت میں دو دکان (Shop) کے گالے ہیں جنہیں کرائے پر دیا گیا ہے جس کا کرایہ ہر ماہ مرحوم کی بیوہ کو ملتا ہے۔ مرحوم کے وارثین میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی ہیں۔ جن کی شادی ہوچکی ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ ہر ماہ کرایہ میں وارثین کا کتنا حصہ ملنا چاہیئے۔ براہ کرام شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد علی حاجی سلیمان عصا

الجواب بعون الملک الوھاب:۔بعد تقدیم ماتقدم و انحصار الورثۃ فی المذ کورین زید کی مذکورہ جائداد کے ۲۴رحصہ ہوں گے جن میں سے تین حصے زید کی بیوی کو، چودہ حصے بیٹے کو اور ۷رحصے بیٹی کو ملیں گے۔ بیوی کے حصے کہ متعلق اللہ عزوجل کا فرمان ہے"فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم"،(النساء ۱۲)اور اولاد کے متعلق ارشاد ہے"للذکر مثل حظ الانثیین"،(النساء ۱۱) یعنی بیٹی کو بیٹے کا نصف حصہ ملے گا۔ تقسیم کا یہی طریقہ زید کی دیگر جائداد میں بھی جاری رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۹رشوال المکرم ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے نیم کا ایک درخت لگایا اور اس کا ایک بھائی بھی ہے۔ کچھ دنوں بعد دونوں بھائیوں میں گھر وغیرہ کا بٹوارا ہوا، لیکن نیم کے درخت کا بٹوارا نہیں ہوا تھا، اب ان دونوں بھائیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ زید کے بچوں نے نیم کے درخت کے بٹوارے کا ارادہ کیا تھا لیکن درمیان میں ان کے دادا بھی آگئے اور انہوں نے کہا کہ اس درخت میں میرا بھی حصہ ہے۔ پہلے لوگوں نے اس درخت میں دادا کا حصہ لگایا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دادا نے زید سے جبرا حصہ لیا تھا۔ دادا کا کہنا ہے کہ اس وقت بھی مجھ کو حصہ چاہیئے ۔صورت مذکورہ میں دادا کی دعویداری حصہ کہاں تک صحیح ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کرم ہوگا۔

فقط والسلام۔المستفتی: طالب دعا، حافظ چاند علی رضوی، شانتی نگر

الجواب بعون الملک الوھاب :۔بعد استفسار معلوم ہوا کہ جو دادا حصے کا دعوی کر رہا ہے وہ حقیقی دادا نہیں بلکہ والد کا چچا ہے لہذا صورت مسئولہ میں اسے حصہ نہیں ملے گا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے"فالاقرب یحجب الابعد"،(حوالہ الباب الرابع فی الحجب، جلد ۶۔ص ۴۵۲) مسئلہ ہذا کی نظیر محیط سے ہندیہ میں ہے"اذا کان مع ابن الاخ عم لاشئی للعم"،(جلد ۶۔ص ۴۵۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی،

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی کل ملکیت ایک ہزار اسکوائرفٹ کی فلیٹ پر مبنی ہے اور زید کی کل چھ اولادیں ہیں جس میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، واضح رہے کہ زید اور ان کی بیوی کے انتقال کے بعد زید کے دولڑکے جو شادی شدہ تھے انتقال کر چکے ہیں۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مذکورہ ملکیت کو تقسیم فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد اسامہ بنگالپورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار الورثۃ فی المذکورین تمام جائیداد کے ۹ حصے ہوں گے جن میں سے دو دو حصے تینوں لڑکے پائیں گے اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیاں پائیں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین ،،(النساء۱۱) لہذا ایک ہزار اسکوائرفٹ کو ۹ سے تقسیم کر کے لڑکے اور لڑکیوں کو دے دیا جائے اور جن لڑکوں کا انتقال ہو چکا ہے ان کے حصے ان کی اولاد اور بیویوں کو حسب شرع ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی، ۔۱۹ ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ماں کی جائداد میں لڑکی کو حصہ ملے گا یا نہیں اور کتنا ملے گا اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شریعت اور قانون دونوں اعتبار سے حصہ نہیں ملیگا تو ایسا کہنے والا شخص عندالشرع صحیح ہے یا غلط۔

المستفتی: محمد سلطان دین محمد شیخ، کلیان روڈ نئی بستی بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:۔والد ہو یا والدہ ہر ایک کی جائداد میں جس طرح لڑکوں کو حصہ ملے گا اسی طرح لڑکیوں کو بھی ملے گا البتہ لڑکی کو لڑکے سے نصف ملے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین ،،(النساء۱۱) اور بیوی کی جائیداد میں شوہر کے حصے کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ''ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن ،،(النساء ۱۲) آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں شوہر کو بیوی کی جائیداد سے ربع ملے گا یعنی چوتھائی اور اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملے گا۔ مذکورہ آیت سے واضح ہوا کہ بیٹی کو بھی

حصہ ملے گا کیونکہ ولد کا اطلاق بیٹی اور بیٹے پر بھی ہوتا ہے لہذا یہ کہنا کہ ماں کی جائداد میں بیٹی کا حصہ نہیں ہے اس سے قرآن مقدس کی آیت مذکورہ کا انکار ہوا قائل پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

کتبہ

الاستفتاء: محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زید کا انتقال یکم مئی ۲۰۱۳ء کو ہوا، ان کے وارث میں سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہے، ان کے ایک لڑکے کا انتقال ان کی حیات میں ہوا، اس لڑکے کی بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، زید کی ملکیت میں گھر نمبر ۱؍۸۸ میں تین گالہ 11x30 کا اور ایک گالا 11x33 کا ہے۔ اسی طرح گھر نمبر ۸۷؍۱ میں 11x11 کا پانچ گالا ہے، زید کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں باحیات ہے، اس صورت میں زید کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی۔ جو لڑکا زید کے انتقال سے پہلے انتقال کر گیا ہے اور دوسرا جو زید کے انتقال کے بعد انتقال کر گیا ہے۔ زید کے انتقال سے پہلے اور زید کے انتقال کے بعد انتقال کر گیا اس میں کس لڑکے کو وراثت میں سے حصہ ملے گا اور کسے نہیں ملے گا۔ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

ٹوٹل اسکوائر فٹ 1958

11x30= گالا 3=990

11x33= گالا 1=363

11x11= گالا 5=605

اس طرح 1958 اسکوائر فٹ پوری جگہ ہے۔ شریعت کے حساب سے لڑکوں کو کتنا اسکوائر فٹ ملے گا اور لڑکیوں کو کتنا اسکوائر فٹ ملے گا، اگر حساب کر کے بتا دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد رئیس عالم مومن

پتہ: ۱۷۸؍کوارٹر گیٹ، ہوئی بلڈنگ کے پیچھے، زیتون پورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: - جو لڑکا زید کی حیات میں انتقال کیا اس کو زید کی جائداد میں حصہ نہیں ملے گا اور جو زید کی وفات کے بعد انتقال کیا اس کا حصہ دوسرے

لڑکوں کی طرح متعین ہوگا جسے اس کی بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی میں تقسیم کردیا جائے گا۔
لہذا صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم زید کی تمام جائداد کے پندرہ حصے ہوں گے جن میں سے دو دو حصے چھ‌وں لڑکوں کو دیئے جائیں گے اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیوں کو ملے گا۔ اب 1958 اسکوائر فٹ میں سے 261.06 اسکوائر فٹ ایک لڑکے کو دیئے جائیں اور 130.53 ایک لڑکی کو دیئے جائیں۔ جو لڑکا زید کی حیات میں انتقال کیا اس کی بیوہ اور بچوں کو سارے بھائی بطور ھبہ کچھ ضرور دے دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۹؍ربیع النور ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے والد مرحوم محمد حنیف انصاری کی تقریباً ۳؍لاکھ جائداد ہے اور ہم لوگ آٹھ بھائی بہن ہیں اور ماں بھی حیات سے ہے۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں: محمد علی۔ مرحوم احمد علی۔ عبدالرشید۔ محمد یٰسین۔ اور بہنوں کے نام یہ ہیں: فاطمہ۔ مرحومہ سلمٰی۔ عائشہ۔ نجمہ۔ (واضح رہے کہ مرحوم احمد علی اور مرحومہ سلمٰی کا انتقال والد کے انتقال سے پہلے ہوچکا ہے) دریافت طلب امر یہ ہے کہ جائداد میں کس کا کتنا حصہ ہوگا جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالرشید انصاری، غیبی نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: ۔صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار الورثۃ فی المذکورین مرحوم کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کے پہلے آٹھ حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ مرحوم کی بیوہ کو دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان کان لکم ولد فلھن الثمن مماترکتم،، (النساء ۱۲) پھر بقیہ سات حصوں کے نو حصے بنائیں جن میں سے دو دو حصے تینوں لڑکوں کو دیئے جائیں اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیوں کو دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین،، (النساء ۱۱) اور مرحومہ سلمٰی و مرحوم احمد علی کا حصہ متعین نہیں ہوگا کیونکہ والد کی زندگی میں انتقال کی وجہ سے یہ خود مورث ہوگئے نہ کے وارث، اور ترکہ وارث کو ملتا ہے نہ کہ مورث کو۔ ھکذا فی الکتب الفقہیہ،، واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۔۱۹؍ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد شفیع علیم اللہ کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے اپنے پسماندگان میں دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑا ہے۔ شرعی طریقے سے ان تینوں بچوں کے کیا حصے ہونگے اور کیا وراثت ملے گی۔

المستفتی: جنید مشتاق انصاری، مدار چھلہ، وانی آلی بازار پیٹھ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:- بعد تقدیم ماتقدم وانحصار الورثۃ فی المذکورین محمد شفیع کی تمام جائداد کے پانچ حصے ہونگے جن میں سے دو دو حصے دونوں لڑکے پائیں گے اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین،، (النساء ۱۱) یعنی بیٹی کو بیٹے کا نصف حصہ ملیں گا۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۸؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

کتبہ

محترم مفتی صاحب ۔۔۔۔۔السلام علیکم

الاستفتاء: میرا نام محمد شریف پیر محمد مومن ہے، ہم تین بھائی اور ایک بہن کل چار لوگوں کی ایک زمین ہے اس کا ٹوٹل رقبہ 85.98 مربع میٹر ہے، اس کا گھر نمبر اور سٹی سروے نمبر 2347 ہے۔ اس زمین میں ہم چاروں کا شریعت کے حساب سے کتنا بنتا ہے۔ واضح ہو کہ ہمارے ایک بھائی محمد قاسم پیر محمد مومن کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی ایک بیوی اور تین بچے ہیں اور ہماری بہن زلیخا پیر محمد مومن کا بھی انتقال ہو چکا ہے، ان کی دو بیٹیاں اور چھ۶؍ بیٹے ہیں۔ ہمیں زمین کی تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ کرنا ہے، براہ کرم شریعت کے حساب سے بتائیے کہ ہر ایک کے حصے میں کتنی زمین ملیں گی۔ حصہ دار کا نام: ☆محمد شریف پیر محمد مومن ☆محمد قاسم پیر محمد مومن ☆محمد یونس پیر محمد مومن ☆ زلیخا غلام نبی مومن

المستفتی: محمد شریف پیر محمد مومن، ۱۵۳؍تھانہ روڈ، نزد نشاط لائبریری، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب:- اگر وہ زمین والد کی متروکہ ہے تو اس کے سات حصے ہونگے دو دو حصے مرحوم کے تینوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک حصہ مرحوم کی لڑکی کو ۔قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین ،، (النساء ۱۱) پھر قاسم کو جو دو حصے والد کی جائداد سے ملے ہیں اس کو آٹھ حصے کریں ایک حصہ قاسم کی بیوی کو اور بقیہ سات کو چھ حصے کر کے

تینوں لڑکوں کو دو دو حصے دیئے جائیں۔ اور زلیخا کو جو ایک حصہ ملا اس کو چودہ حصے کر کے دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ زلیخا کی دونوں لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ یہ جواب صورت مسئولہ کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے سات بیٹے ہیں۔ شہاب الدین، علاء الدین، شمس الدین، غیاث الدین، صلاح الدین، سید علی، ازہر علی۔ ان میں سے شہاب الدین، صلاح الدین اور علاء الدین نے اپنا روپیہ کا تین روم خریدے، علاء الدین نے اپنے بھائی پر بھروسہ کر کے اپنے بھائی کے نام کر دیا لیکن شہاب الدین نے علاء الدین کو دھوکہ دیا اور اس کو اس کا حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر شمس الدین اور غیاث الدین نے ایک ساتھ کام شروع کیا، غیاث الدین اپنی کمائی شمس الدین کو دیتا تھا پھر دونوں نے مل کر ایک فلیٹ خریدا لیکن شمس الدین نے غیاث الدین کا حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر شہاب الدین اور شمس الدین اور غیاث الدین نے مل کر گاؤں میں ایک زمین اور کھیت خریدے زمین کو اپنے باپ کے نام کر دیا اور کھیت کو اپنی ماں کے نام کر دیا۔ اب زید کا کہنا ہے کہ اگر شمس الدین غیاث الدین کو فلیٹ میں حصہ نہیں دیگا تو گاوےں کی جو زمین تینوں نے مل کر خریدی ہے اس میں جو شمس الدین کا حصہ ہے اس کو غیاث الدین کو دے دیگا۔ اب علاء الدین کا اپنے باپ سے کہنا ہے کہ آپ جس طرح شمس الدین کا حصہ غیاث الدین کو دے رہے ہیں شمس الدین کے دھوکہ دینے کی وجہ سے اسی طرح مجھ کو شمس الدین کا حصہ دے دیجئے۔ اب صورت مسئلہ مندرجہ ذیل یہ ہیں (۱) کیا زید شمس الدین کا حصہ غیاث الدین کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) اگر زید ایسا کرتا ہے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) علاء الدین کا کہنا صحیح ہے کہ نہیں؟ (۴) نیز یہ بھی کہ زید کے باقی تین بیٹوں کا حصہ ان چار بھائیوں کی جائداد میں ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: محمد علاء الدین الہاس نگر

الجواب بعون الملک الوهاب: ۔(۱) شریعت میں دھوکہ دینا سخت گناہ ہے،

شہاب الدین پر لازم ہے کہ علاء الدین کا حصہ اس کے حوالے کردے۔حدیث شریف میں ہے "من اخذ شبر من الارض ظلما فانه يطوقه يوم القيمة من سبع ارضين" (بخاری کتاب بدء الخلق، حدیث ۳۱۹۸) یعنی اگر کوئی کسی کی بالشت برابر زمین غصب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بروز قیامت سات زمینوں کا طوق پہنائے گا اسی طرح شمس الدین پر لازم ہے کہ غیاث الدین کا حصہ غیاث الدین کے حوالے کردے ورنہ وہ بھی سخت گنہ گار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الجواب:۔(۲) زید ایسا کرسکتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ مظلوم کی مدد کرے۔حدیث شریف میں ہے "من راء منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطيع فبلسانه فان لم يستطيع فبقلبه و ذالك اضعف الايمان" (مسلم کتاب الایمان حدیث ۱۷۷) یعنی برائی کو روکنا لازم ہے ہاتھ کا استعمال کرنا پڑے یا زبان کا، جب زید ایسا کرسکتا ہے تو وہ علاء الدین کا بھی حصہ دلا دے۔قال اللہ تعالیٰ "تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان" یعنی نیک کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو نہ کہ برے کاموں پر۔لہذا زید اگر علاء الدین اور غیاث الدین کی مدد کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الجواب:۔(۴) زید کے باقی تینوں بیٹوں کا حصہ ان چار بھائیوں کی جائداد میں نہیں ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (جلد ۷، ص ۳۲۴) میں ہے اسی میں خیریہ سے ہے "سئل في ابن كبير ذي زوجة و عيال له كسب مستقل حصل بسببه اموال هل هي لوالده اجاب هما للابن حيث له كسب مستقل" واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلے میں رحمت حسین احمد حسین قریشی کے تین لڑکے () سلیم رحمت حسین قریشی () جاوید رحمت حسین قریشی () انور رحمت حسین قریشی، مسئلے کی تفصیل اس طرح ہے۔میرے (سلیم رحمت حسین قریشی)

والد رحمت حسین قریشی نے تقریباً ۸؍سال پہلے مجھ کو اپنے گھر میں سے ۴۰۰۰۰ چالیس ہزار روپئے دیکر اور یہ کہا کے آج سے تمہارا اس گھر میں کوئی حصہ نہیں یہ رقم سلیم لے کر کرایہ کے گھر میں رہنے لگا۔ چند سالوں کے بعد رحمت حسین قریشی نے اپنے بڑے بیٹے سلیم کو اپنے گھر (جو دو روم پر مشتمل ہے) اس میں سے ایک روم کرایہ پر بلالیا مگر چند دنوں کے بعد رحمت حسین قریشی کی طبعیت زیادہ ناساز ہوگئی تو ان کے والد نے اپنے دوسرے بیٹے (جاوید رحمت حسین قریشی) کو سلیم کے روم یعنی جس میں وہ کرایہ سے تھا اس میں کر دیا اور سلیم کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس وقت ان کا چھوٹا لڑکا (انور رحمت حسین قریشی) جو سعودی عرب میں تھا۔ رحمت حسین قریشی نے اپنی حیات ہی میں کہا کے میرے تینوں بیٹے کہیں نہیں جائیں گے، وہ تینوں یہی رہیں گے۔ پھر چند مہینوں کے بعد ان تینوں کے والد رحمت حسین قریشی کا انتقال ہوگیا۔ اب جاوید اور انور یہ کہہ رہے ہیں کہ بڑے بھائی سلیم کو والد صاحب نے کرایہ پر بلایا تھا ان کا اس گھر میں کوئی حصہ نہیں ہے تو کیا بھائیوں کا اس طرح کہنا درست ہے۔ جبکہ ان کے والد نے اپنی حیات ہی میں زبانی کہا تھا کہ میرے تینوں بیٹے یہیں رہیں گے۔ تو شریعت میں بھائیوں کا اس طرح کہنا درست ہے؟ اور سلیم کا اس گھر میں کوئی حصہ نہیں؟ آپ سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: سلیم رحمت حسین قریشی، نزد جونی مچھلی مارکیٹ، بھوسار محلہ، بھیونڈی

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں سلیم جب اپنا حصہ لیکر الگ ہوگیا اور گواہوں کے سامنے اقرار کرتے ہوئے کاغذ پر دستخط کر دیا جیسا کہ پیپر سے ظاہر ہے تو اب اس گھر میں سلیم کو کوئی حصہ نہیں کیونکہ مرحوم رحمت حسین قریشی نے رقم دیتے وقت یہی کہا تھا کہ اب اس مکان میں تیرا کوئی حصہ نہیں تجھے تیرا حصہ مل گیا اور سلیم نے اسے قبول بھی کرلیا تھا۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے کہ ''موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہوگئیں کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں۔ اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبد القادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابو العباس ناطفی پھر جرجانی

صاحب خزانہ پھر شیخ عبد القادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابو جعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابو عمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا،، پس اس روایت اور ائمہ کی تقریر و افتاء کی بنا پر جائز واقع ہوا اور صاجزادی صاحبہ کو بعد انتقال مورث کوئی دعویٰ نہیں پہو نچتا،، (جلد ۱۰۔ص ۹۵ ملخصا) واضح ہو کہ کاغذات کی تفصیل میں اس کی وضاحت ہے کہ رحمت حسین قریشی نے سلیم کو اسکا حصہ دیکر الگ کر دیا اور سلیم بھی راضی خوشی قبول کرلیا۔ دوبارہ گھر میں بلا لینا اس بات کی دلیل نہیں کہ رحمت حسین قریشی مرحوم نے رجوع کرلیا وہ بلانا صرف خدمت کرنے کے لئے تھا۔ استفسار کرنے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ رحمت حسین قریشی نے اپنی ایک زمین فروخت کر کے رقم سلیم کے حوالے کیا لہذا کھولی میں صرف جاوید اور انور کا حصہ ہے سلیم جب اپنا حصہ لیکر الگ ہو گیا تو اس میں اس کا حصہ نہیں۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ وھو اعلم بالصواب

کتبـــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۹ر شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

الاستـــفتـــاء : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین مسئلہ ہذا کے متعلق کہ بشیر مرحوم کی جائداد 1564 اسکوائرفٹ ان کے دولڑکے محمد حسن اور حسین میں تقسیم کرنی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی : محمد راحیل، مدرسہ چندہ شاہ مسجد، زیتون پورہ بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب : صورت مسئولہ میں مرحوم کی تمام جائداد دونوں لڑکوں میں نصف نصف تقسیم ہوگی یعنی اگر 1564 اسکوائر فٹ ہے تو محمد حسین کو 782 اور محمد حسین کو بھی 782 اسکوائر فٹ دیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــه محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۰ر شوال المکرّم ۱۴۳۷ھ

الاستـــفتـــاء : محترم و مکرم مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ۳ر بہنیں ہیں والد صاحب انتقال کرچکے ہیں، والدہ بقید حیات ہیں، ایک بھائی اور اس کی بیوی ہیں اور وہ لاولد ہے۔ والد کی

بہنیں بھی ہیں والد کے مرنے والے کی پراپرٹی میں ۳۶ لوم کی جگہ (گالا) جس میں ۳۴ ر لوم ہیں اس کے علاوہ ۳ ر دو کانیں اور ایک فلیٹ اور دو گھر بھی شامل ہیں، سب ملا کر ڈیڑھ کروڑ کی ملکیت ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہم بہنوں اور بھائی کو پراپرٹی سے کس حساب سے ورثہ ملے گا۔

المستفتی: انصاری مزمل، درگاہ روڈ خاک نادری بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: صورت مسئولہ میں مرحوم کی تمام جائداد کے آٹھ حصے ہوں گے جن میں سے ایک حصہ مرحوم کی بیوی کو ملے گا اور پھر بقیہ سات حصوں کے پانچ حصے ہوں گے ان پانچ حصوں میں سے دو حصے مرحوم کے لڑکے کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ مرحوم کی تینوں لڑکیاں پائیں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین،، (النساء ۱۱) مرحوم کی بہنوں کو مرحوم کی جائداد میں کوئی حصہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۷ ر جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: حضرت مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ مرحوم پیر محمد صاحب کا انتقال بائیس سال پہلے ہو چکا ہے ان سے پہلے ان کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ پیر محمد صاحب کے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں، پیر محمد صاحب کی کچھ بیٹیوں میں سے دو بیٹیوں کا انتقال ہو چکا ہے (سائرہ۔ طاہرہ) ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک بیٹی (طاہرہ) کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اب ایک مرحوم بیٹی (سائرہ) ان کی چھ اولادیں تھیں۔ چار بیٹیاں اور دو بیٹے۔ چار بیٹیوں میں سے دو بیٹی کا انتقال ہو چکا ہے (قمر النساء۔ مہر النساء) ایک بیٹی قمر النساء کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ ایک بیٹی (مہر النساء) کے دو بیٹے ہیں ایک لڑکی اور لڑکا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ پیر محمد صاحب کی مرحوم بیٹی (سائرہ) کے بچوں کو نانا کی طرف سے جو حصہ ملے گا اس میں سے بیٹیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور ملے گا تو کتنا حصہ ملے گا؟ بیٹیوں کو اور بیٹوں کو کتنا حصہ ملے گا۔

المستفتی: نوید اختر، بھسار محلّہ قبرستان کے پاس بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: سائرہ کی تمام جائداد خواہ والد سے ترکہ میں ملی ہو یا ذاتی ہو سب میں بیٹیوں کے حصے بھی ہوں گے اسی لئے تمام جائداد کے سات حصے ہوں گے جن میں سے مرحومہ قمر النساء کے علاوہ دو دو حصے دونوں لڑکے پائیں گے اور ایک

ایک حصہ تینوں لڑکیاں پائیں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذ کر مثل حظ الانثیین،،(النساء ۱۱)
واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷؍شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: (۱) ماں کی جائداد میں حصہ: تین بہنوں اور ایک بھائی کا۔ ماں کے حصے میں سے لوم فروخت کرنے پر 3,08000 روپیہ آیا۔ ایک بہن کنواری ہے۔ جگہ کا کرایہ -/2200 روپیئے آتا ہے۔ جگہ کی رجسٹری نہیں ہوئی ہے۔ (۲) ایک فلیٹ 235 اسکوائر فٹ کلر ہے۔ جس کی رجسٹری نہیں ہوئی ہے۔ رجسٹری کے لئے 26000 روپئے الگ سے پھنسا ہے۔ فلیٹ 150,000 روپئے میں خریدا گیا تھا۔ جس میں، 70,000 فرحت نام کی بہن کا ہے۔ 80,000 روپئے امی کا ہے۔ رجسٹری کا پیسہ کہاں سے لیا جائے گا۔ فلیٹ کرایہ پر دیا گیا تھا تو کرایہ دار نے 20000 ڈپازٹ کئے تھے وہ رقم ان سے خرچ ہوگئی ہے۔ وہ رقم کنواری بہن کو واپس کرنا ہے۔ اس کی جانکاری دی گئی ہے۔ اس کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ آج کی قیمت کے حساب سے اس کی تقسیم برائے شریعت۔ بھائی کی شادی ہوگئی ہے۔ اس کی بیوی، بہن اور بھائی تینوں آپس میں نااتفاقی ہے۔ بہن کو بھائی رکھنے پر راضی نہیں ہے تو بہن کے والد کے کمرہ میں رکھنا ہے۔ جو خستہ حال ہے۔ اس کی مرمت کا روپیہ کہاں سے لیا جائے گا۔

ازطرف: زینت غلام مرتضیٰ مومن، مسرت غلام مرتضیٰ مومن، فرحت غلام مرتضیٰ مومن، احسان غلام مرتضیٰ مومن

الجواب بعون الملک الوهاب: اگر ماں کی وفات ہوچکی ہے تو رجسٹری خرچ اور ڈپازٹ وغیرہ کی رقم الگ کرنے کے بعد کل جائداد کے پانچ حصے ہوں گے جن میں سے دو حصے بھائی کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو دیا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذ کر مثل حظ الانثیین،،(النساء ۱۱) اور بہن کو رکھنے اور اخراجات کی ذمہ داری بھائی پر ہے اور شادی ہونے تک بھائی کی نگرانی میں رہے گی بشرطیکہ والد نہ ہو، اور اخراجات بھائی پر اس صورت میں لازم ہے جبکہ یہ مستطیع ہو عدم استطاعت کی صورت میں نفقہ بھائی پر نہیں صرف نگرانی لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ربیع النور ۱۷ ۱۴۳۳ھ

الاستفتاء: حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ برائے کرم اس مسئلہ

میں دین وشریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مرحوم حمید صاحب کا انتقال ہو چکا ہے انہوں نے پسماندگان میں (۱) بیوی (۷) بیٹے (۱) بیٹی چھوڑی ہیں۔ اب صورت میں ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سہیل احمد، صمد نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار الورثۃ فی المذکورین مرحوم عبدالحمید کی جائداد کے آٹھ حصے ہونگے جن میں سے ایک حصہ مرحوم کی بیوی کو ملے گا۔ قال اللہ تعالیٰ "فان کان لکم ولد فلھن الثمن مماترکتم"(النساء۱۲) یعنی اولاد کی موجودگی میں عورت کو پوری جائداد کا آٹھواں حصہ ملے گا، پھر بقیہ سات حصوں کے پندرہ حصے ہوں گے جن میں سے دودو حصے ساتوں لڑکوں کو دیئے جائیں گے اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا کما قال اللہ تعالیٰ "للذکر مثل حظ الانثیین"(النساء۱۱)

واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے والد شیخ عبدالواجد کے آٹھ لڑکے ہیں جن میں پانچ لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے۔ ان میں دوسرے نمبر کا لڑکا شیخ عبدالغفار میرے والد کے گھر پر قبضہ کر رکھا ہے اور میرے والد ووالدہ کو گھر سے نکال دیا ہے اور تقریبا چار ماہ سے گھر سے باہر ہیں، گھر پر آنے نہیں دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم بہت پریشان ہیں، لہٰذا حضور والا سے مودبانہ التجا ہے کہ شریعت مطہرہ کے دائرے میں ہماری مدد فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد رفیق شیخ ابن عبدالواجد شیخ

الجواب بعون الملک الوھاب: جب وہ گھر آپ کے والد کا ہے تو اس پر قبضہ کرنا حرام اور انہیں گھر سے نکالنا ظلم عظیم ہے اگر وہ گھر والدین کا نہیں بھی ہوتا تب بھی انہیں نکالنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ عزوجل والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ویانہ کے ظلم کرنے کا۔ ارشاد ہے "ووصینا الانسان بالوالدین احسانا"، بلکہ انہیں اف کہنے سے بھی منع کردیا گیا۔ کما قال "ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما"، صورت مسئولہ میں اس لڑکے پر لازم

ہے کہ گھر خالی کردے اور والدین کے حوالے کردے جب تک والدین باحیات ہیں کوئی ان سے گھر کے بٹوارے کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اگر گھر خالی نہ کرے تو اس کا بائیکاٹ کرنا لازم ہے۔
واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** ـــــــــ محمد محبوب رضا المصباحی، ۸؍ جمادی الاول ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء: عرض مدعا یہ ہے کہ (۱) لوم کا خالی کارخانہ تین ہے، ایک کارخانے کی اندازاً قیمت 40 لاکھ روپیہ ہے تو تین خالی کارخانے کی قیمت تقریباً ایک کڑور بیس لاکھ روپئے۔(1) =1,20,00000 (۲) خالی کارخانے میں کل لوم 48 ہے، جس کی اندازاً قیمت چودہ لاکھ چالیس ہزار ہے۔=14,40,000 (۳) خالی زمین کا ایک پلاٹ اندازاً قیمت 80 لاکھ روپیہ =80,00000 .Rs (۴) ایک خالی گالہ اندازاً قیمت تقریبا بیس لاکھ روپیہ .Rs =20,00000 (۵) ایک فلیٹ (پہلا منزلہ) (کوٹر گیٹ) 560 مربع فٹ اندازاً قیمت دس لاکھ آٹھ ہزار روپئے =Rs. 10,08000 (۶) ایک خالی ہال تقریباً رقبہ اسکوائر فٹ 560 مربع فٹ (نامکمل) جس کی اندازاً قیمت آٹھ لاکھ چالیس ہزار روپیہ۔Rs. 8,40,000

(1) 1,20,00000=

(2) 14,40,000=

(3) 80,00000=

(4) 20,00000=

(5) 10,08000=

(6) 8,40,000=

دو کروڑ، باون لاکھ، اٹھاسی ہزار روپئے =2,52,88,000 اندازاً کل رقم۔ اطلاعاً عرض ہے کہ مرحوم محمد اسماعیل پہلوان کے تمام بچے حیات ہیں۔ مندرجہ بالا رقم جو کہ اندازاً ہے یعنی دو کروڑ باون لاکھ اٹھاسی ہزار روپئے (اولاد یہ ہیں، شفیق الرحمٰن، آمنہ، مہر النسا، شمس النساء اور ایک بیوہ) کے درمیان شرعی تقسیم کس طرح ہوگی اور کس کے حصے میں شرعی کتنی رقم آئے گی۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن محمد اسماعیل، ۴۴؍ کوٹر گیٹ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم وانحصار الورثۃ فی المذکورین مرحوم محمد اسماعیل کی مذکورہ جائداد کے آٹھ حصے ہوں گے جن میں سے ایک حصہ مرحوم کی بیوہ کو ملے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم،، (النساء ۱۲) پھر بقیہ سات حصوں کے پانچ حصے بنا کر دو شفیق الرحمٰن کو اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ''للذکر مثل حظ الانثیین،، (النساء ۱۱) مثلاً دو کروڑ باون لاکھ اٹھاسی ہزار روپئے اگر ہوں تو ان میں سے طاہرہ زوجہ اسماعیل کو (3161000) اکتیس لاکھ اکسٹھ ہزار روپئے ملیں گے اور شفیق الرحمٰن کو (8850800) اٹھاسی لاکھ پچاس ہزار آٹھ سو ملیں گے اور آمنہ کو (4425400) چوالیس لاکھ پچیس ہزار چار سو اور اتنی ہی رقم آمنہ کے برابر مہر النساء اور شمس النساء کے حصے میں آئے گی۔ واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

کتاب الحظر والاباحۃ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ڈاکٹر کا لیباریٹری سے کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح ڈاکٹر دوا لکھ کر مریض کو دیتا ہے یہ مریض جہاں سے دوا خریدتا ہے وہاں سے ڈاکٹر کو کمیشن ملتا ہے یہ کمیشن جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد اطہر حسین نئی بستی

الجواب: دونوں صورتوں میں ڈاکٹر کا کمیشن لینا درست نہیں کیونکہ یہ کمیشن کسی عمل کا بدل نہیں وہ صرف ایک مشورہ اور رہنمائی ہے جس پر وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ ردالمحتار میں ہے ''الدلالۃ والاشارۃ لیست بعمل یستحق بہ الاجر،، (ص ۱۳۱ جلد ۹) ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، ص ۱۴۶ جلد ۸، میں ہے۔ یہ مسئلہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے (نواں فقہی سیمنار) میں پیش ہوا جس میں متفقہ طور پر اس کمیشن کو ناجائز قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۱۷/ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

الاستفتاء: السلام علیکم! علمائے حق سے ایک سوال؟ شرعی عدالت کی روداد

۲۸ر جون ۲۰۱۵ء کو ایک مولوی نے امبوز واڑی کی ایک بیوہ سے نکاح کی جھوٹی خبر مجھے دی اور جامع مسجد کے امام صاحب نے تصدیق کرتے ہوئے گواہی دی، جس کی وجہ سے اس بیوہ کی بدنامی ہوئی اور میرا مذاق بنا۔ اس سلسلے میں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک کوشش کی گئی، کئی علما کو امام اور مولوی کے پاس بھیجا گیا کہ دونوں اپنی غلطی پر نادم ہوں، توبہ کرلیں لیکن ان کی کوشش کا یہ عالم تھا کہ مولوی نے کہہ دیا ''مہتاب جاہل ہے وہ کیا کرلے گا،،۔ پھر میں نے چار مفتیان شرع سے فتویٰ حاصل کیا اور تنظیم جاء الحق اور جامع مسجد ٹرسٹ کو خط لکھا۔ میری کافی کوشش کے بعد وہ لوگ شرعی عدالت قائم کرنے تیار ہوئے۔ میں نے سوچا ایک مفتی وہ لائیں ایک مفتی میں لاؤں لیکن میرے ساتھ دھوکا ہوا۔ ۱۶ر اگست کو جامع مسجد کے سکریٹری اور تنظیم جاء الحق کے نائب صدر یعقوب دونوں نے الگ الگ فون کرکے مجھے کہا کل جامع مسجد میں میٹنگ ہے اور دونوں نے کہا فیصلہ ہم لوگ خود کریں گے۔ میں نے یعقوب سے کہا بھی آپ لوگ ایک مفتی لے آؤ ہم لوگ لائیں گے کیوں کہ آپ لوگوں میں ہمت نہیں قاری کے سامنے منھ کھولنے کی، لیکن انہوں نے صاف کہہ دیا ہم لوگ ہی فیصلہ کریں گے۔ لیکن دوسرے روز ایک گھنٹہ میٹنگ سے قبل یعقوب کا مجھے فون آیا تو خبر دی گئی، مفتی صاحب آرہے ہیں۔ لہٰذا شرعی عدالت میں سب سے پہلے میں نے یعقوب سے کہا آپ نے مجھے جھوٹ بولا کہ کوئی مفتی نہیں بلایا، تاکہ میں اپنی طرف سے کسی مفتی کو نہ بلاسکوں، یہ دھوکا ہے۔ تو یعقوب نے جواب دیا آپ مجھے جھوٹا کہہ رہے ہیں آپ پر توبہ لاگو ہے، آپ پہلے توبہ کرو آپ پہلے توبہ کرو۔ بہرحال شرعی عدالت میں میں نے ۲۸ر جون بعد نماز عصر کا پورا واقعہ سنایا پھر ڈیڑھ ماہ کی کوشش، مولوی مقیم، مولوی عبادت اور کئی علما کے ذریعہ ان دونوں کو جھوٹ پر توبہ کروانے کا حالات بیان کیا، ان کے ردعمل اور سرکشی کے جملے ''مہتاب جاہل ہے وہ کیا کرلے گا،، وغیرہ کے حالات بتایا۔ پھر مفتی صاحب نے ان دونوں سے پوچھ تاچھ کی، ان دونوں نے حیلے بہانے کے بعد یہ بات مان لی۔ امام صاحب نے کہا! مہتاب بھائی سچ کہہ رہے ہیں، ۲۸ر جون کو میں نے کہا کہ۔ ۵۔۷ دن پہلے سے مجھے معلوم ہے (مولوی کا نکاح

ہوا) مگر مہتاب بھائی کے پاس ''میں ایسا کہا،، اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کوئی شرعی گواہ نہیں ہے۔ امام صاحب کی بات پر میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مجھے کچھ کہنے نہیں دیا گیا۔ اور مفتی صاحب نے امام کو باعزت بری کر دیا۔ میں نے کہا آپ کیسا فیصلہ کر رہے ہیں؟ اگر آپ کی نظر میں میں جھوٹا ہوں تو مجھے توبہ کروایئے، تو مفتی صاحب نے کہا! آپ جھوٹے نہیں ہیں مگر آپ کے پاس امام صاحب کے خلاف کوئی شرعی گواہ نہیں ہے اس لئے امام صاحب کو باعزت بری کیا جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے امام کے معاملے میں حاضرین میں موجود جمیل پان والا، مولوی عبادت یا اور کسی سے کچھ گواہی لینا ضرور سمجھا بس امام کو الزام سے بری کر دیا۔ مولوی نے بھی اپنے جرم کا اقرار کرلیا کہ میں نے ۲۸ر جون کو مہتاب بھائی سے کہا'' میں نے امبوز واڑی کی ایک بیوہ سے نکاح کرلیا،، لیکن میں نے مزاق میں کہا تھا۔ پھر اس مولوی نے اپنے اس ٹپوری اور ذلت آمیز واقعہ کو جائز بتانے کے لئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف پیش کی..... بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے.....الخ یہ سن کر مفتی صاحب ہنسنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ البتہ اس مولوی کو بغیر شرعی گواہ کے (جو شرعی گواہ قاری کے لئے درکار تھے) مجرم قرار دیا نکاح کی خبر جرم میں۔ پھر مفتی صاحب نے مجھ سے کہا آپ نے اپنے خط میں ''سرکشی،، کا لفظ استعمال کیا لہذا آپ پر بھی توبہ ہے۔ آخر میں مفتی صاحب نے تمام سے کہا احتیاطاً توبہ کرلیں۔

دریافت کرنا یہ ہے کہ (۱) کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں منجملہ فیصلہ درست ہے؟ (۲) کیا اس امام کو جھوٹی گواہی کے اقرار کے بعد بھی شرعی گواہ نہ ہونے کی وجہ سے باعزت بری ہے جبکہ میں خود باشرع پنج وقتہ نمازی ہوں۔؟ اور اسی مسجد کا ٹرسٹی ہوں۔ (۳) کیا ۲۸ر جون سے اب تک امام کی اقتدا میں نمازیں درست ہیں؟ (۴) جھوٹ کہنے پر نادم نہ ہونا اور سمجھانے والے کو جاہل کیا کرلے گا کہنا شرکشی نہیں؟ پھر سرکشی لکھنے پر مجھے توبہ کروانا درست ہے یا نہیں؟ (۵) امبوز واڑی کی بیوہ خاتون اس جھوٹی افواہ کی وجہ سے بدنام ہوئی، کیا فیصلہ میں اس کے تعلق سے کوئی حکم نہیں لگتا؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں عین نوازش ہوگی۔ نافض گواہ شرعی عدالت: مولانا شجاع الدین۔۔۔۔ مہتاب عالم خان

الجواب بعون الملک الوھاب: فریقین کی رضا کے بغیر کسی کو فیصل نہیں قرار دیا جاسکتا لہذا اگر فریقین نے دو شخصوں کو فیصل مقرر کرنے پر رضامندی ظاہر کی تو فیصلہ میں دونوں کا موجود ہونا لازم ہے صرف ایک فیصل کا فیصلہ کر دینا کافی نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے ’’حکما رجلین فلابدمن اجتماعھما،، (جلد ۸۔ ص ۱۲۹، کتاب القضاء باب التحکیم) ایسا ہی بہار شریعت میں ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر آپ نے اس فیصل سے اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی تو وہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے درست قرار دیا جائے گا۔

الجواب (۲/۳) اگر سوال درست ہے تو اسے بری کرنا غلط ہے اس پر بھی توبہ کا حکم نافذ ہوگا اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں۔ واللہ اعلم

الجواب (۴/۵) اس پر لازم تھا کہ آپ سے معافی مانگتا۔ حدیث شریف میں ہے ’’من اذی مسلما فقد اذانی،، یعنی کسی مسلمان کو تکلیف دینا رسول اکرم کو تکلیف دینا ہے اور توبہ کا حکم آپ پر نہیں۔ لہذا یہ حکم بھی صحیح نافذ نہ ہوا۔ اسی طرح جس خاتون کو بدنام کیا گیا اس سے معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ فیصل پر لازم تھا کہ اسی مجلس میں خاتون کو بری کرتا اور بدنام کرنے والے سے معافی اور توبہ کا مطالبہ کرتا۔ ھذا ماظھر لی و العلم بالحق عند اللہ وھو اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۲ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام، علمائے حق مسئلہ ذیل میں،

الاستفتاء: سادات کرام کے علاوہ کسی غیر سید کے نام کے آگے یا پیچھے لفظ ’’شاہ،، لگانا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت کریں کرم ہوگا۔

المستفتیہ: فرزانہ اقرار حسین قریشی، ندی ناکہ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: لفظ ’’شاہ‘‘ سادات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ لفظ علماء ومشائخ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ’’شاہ‘‘ یہ فارسی لفظ ہے عربی میں ’’ملک‘‘ سورہ حشر میں یہ کلمہ خدائے وحدہ لاشریک کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ ’’الملك القدوس السلام،، (آیت ۲۳) جو بادشاہ کے معنیٰ میں ہے۔ خزائن العرفان میں ہے ’’ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحت ملک وحکومت ہے اور اسکی مالکیت وسلطنت دائمی

ہے جسے زاول نہیں۔ لغت میں ''شاہ'' کے کئی معنیٰ ہیں (۱) آقا، مالک (۲) بادشاہ، سلطان (۳) فقیروں کا لقب (۴) شطرنج کا ایک مہرہ (۵) نوشہ۔ دولہا (۶) سیدوں کے نام کا مخصوص لفظ وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ ''شاہ'' عرف میں علماء ومشائخ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقہ کا ضابطہ ہے ''الثابت بالعرف کالثابت بالنص''۔

واللہ اعلم بالصواب **کتبہ** محمد محبوب رضا المصباحی، ۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ (سوال۔۱) اکثر الیکشن کے وقت امیدواروں سے مشروط رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے۔ درگاہ، مسجد ومدرسہ کے لئے الیکشن کا روپیہ یا سامان وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال۔۲) قبرستان کے لئے وقف کی گئی زمین کے احاطے میں دوکان، گالہ یا کمرے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال۔۳) قبرستان کی جگہ پر جو دوکانیں تعمیر کی جا چکی ہیں اور ایک ہال میں ڈیگ برتن وغیرہ رکھنے کی جگہ کو مسمار کیا جا سکتا ہے نہیں؟

(سوال۔۴) درگاہ کا ٹرسٹی اعلانیہ کہتا ہے کہ میں درگاہ کے غلے کا روپیہ کھاتا ہوں یعنی اپنے ذاتی استعمال میں لیتا ہے ایسے ٹرسٹی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن واحادیث وشریعت کی روشنی میں دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد حنیف محمد یوسف مومن، بنگال پورہ، بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: (۱) امیدوار سے ووٹ کے بدلے رقم کا مطالبہ رشوت ہے جو ناجائز وحرام ہے اور ایسی رقم مسجد اور مدرسے کے لئے بھی نہیں لے سکتے، لینے والے سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہیں ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کریں اور امیدوار کو ان سے لی گئی رقم لوٹا دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۲) اگر وہ زمین قبرستان کے لئے وقف ہے تو پھر دوکان اور گالہ نکالنا جائز نہیں اور اگر درگاہ کے لئے وقف ہے یا درگاہ کی زمین ہے تو دوکان یا گالہ نکالنے میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۳) اگر واقعی وہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہے تو دوکان اور گالہ کو توڑ دینا لازم ہے کہ قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے ہے نہ کہ دوکان بنانے کے لئے اور اگر درگاہ کی زمین ہے تو دوکان توڑی نہ جائے بشرطیکہ درگاہ کی بے حرمتی نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب (۴) اگر ٹرسٹی نے خود اعتراف کیا تو اسے معزول کرنا واجب ہے ورنہ خود شہر کے مسلمان گنہ گار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــہ محمد محبوب رضا المصباحی، یکم شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ میں کہ زید ایک عالم ہے اور سنی جامع مسجد کا خطیب وامام ہے، زید رمضان المبارک کے مہینہ میں زکوۃ، خیرات، عطیات وفطرات وصول کر رہا ہے اور ساتھ ہی یہ کہہ رہا ہے کہ میری ہمشیرہ بیوہ ہے اس کے لئے میں وصول کر رہا ہوں۔ جمعہ کے دن دوران تقری مائک پر اعلان کر کے وصول کرتا ہے نیز دیگر مصلیان مسجد کے پاس جا کر اپنی ہمشیرہ کی مدد کے لئے زکوۃ وغیرہ مانگتا ہے جس کی بنا پر لوگوں میں کافی تشویش ہے۔ بکر کہتا ہے کہ زکوۃ وغیرہ کی رقم ایسے امام زید کو نہیں دینا چاہئے جس پر خالد نے کہا دیگر لوگوں کے لئے بیوہ، یتیم، فقیر، مفلس ومدارس اسلامیہ کا بھی تو اسی جگہ سے اعلان ہوتا ہے اور لوگ دیتے ہیں لہذا زید نے جو کیا وہ درست ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ زید نے جو کچھ زکوۃ وغیرہ کی رقم وصولی ہے وہ درست ہے کہ نہیں؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: مصلیان مسجد ہذا، شانتی نگر، طیبہ نگر بھیونڈی

الجواب بعون الملک الوھاب: زید کی ہمشیرہ اگر واقعی بیوہ ہو چکی ہے اور زید کے علاوہ کوئی اور ایسا نہیں جو اس کا نفقہ ادا کرے مثلاً نہ والد ہے اور نہ اولاد تو ایسی صورت میں اس کا نفقہ زید پر واجب ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے" والنفقة لكل ذی رحم محرم اذا كان صغيرا فقيرا او كانت امراة بالغة فقيرة "، (جلد ا۔ ص ۵۶۶، کتاب الطلاق الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الخامس) اسی میں ذخیرہ سے ہے" وتجب نفقة الاناث البكار من ذوالارحام وان كن صحيحات البدن اذا كان بهن حاجة الى النفقة "، (جلد ا۔

ص ۵٦۷) صورت مسئولہ میں جب یہ ثابت ہو گیا کہ زید کی بیوہ ہمشیرہ کا نفقہ خود زید کے ذمہ ہے تو اب اس بیوہ کے لئے سوال درست نہیں، ہاں اگر کوئی بے مانگے دے دے تو خود بیوہ لے سکتی ہے مانگنا اسے بھی جائز نہیں۔ درمختار سے بہار شریعت میں ہے "جس کے پاس آج کھانے کو ہے اسے کھانے کے لئے سوال حلال نہیں اور بے مانگے کوئی خود دے دے تو لینا جائز۔ جسے سوال جائز نہیں اس کے سوال پر دینا بھی ناجائز۔ دینے والا بھی گنہ گار ہوگا (کتاب الزکوۃ، باب المصرف ملخصاً) فتاویٰ ہندیہ میں ہے "الفقیر لاتحل المسئلة فنها لاتحل لمن بملك قوت یومه بعد ستره بدنه كذا فی الفتح القدیر،، (جلد ا۔ص ۱۸۸) (کتاب الزکوۃ الباب السابع ملخصا) لہذا صورت مسئولہ میں زید کا عمل درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۳٦ھ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ زید عالم نہیں لیکن علمائے اہلسنت کی اردو کتابیں پڑھ کر اتنا علم رکھتا ہے کہ بعض موضوعات پر زبانی بیان کر سکتا ہے تو اسکا زبانی بیان کرنا کیسا؟ جبکہ وہ ابتدائی عربی نحو وصرف سے بھی نابلد ہے؟

المستفتی: افتخار احمد شمع نگر بھیونڈی۔

الجواب بعون الملک الوهاب:۔ اردو کتاب پڑھنے سے کوئی عالم نہیں ہو جاتا لہذا ایسے مقرر کیلئے زبانی بیان کرنا حرام اور اسکا بیان سننا بھی حرام ہے اگر وہ معتمد و مستند علمائے اہلسنت کی کتابیں پڑھ کر سنائے تو حرج نہیں، فتاوی رضویہ میں ہے جاہل اردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ علماء کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود کچھ بیان کرنے بیٹھے تو اوسے وعظ کہنا حرام ہے اور اسکا وعظ سننا حرام،، اھ (ج ۹/ص/۳۰٦ نصف آخر) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد محبوب رضا المصباحی، ۷ شعبان ۱۴۳٦ھ

تمت بالخیر

رضا دار الافتاء بھیونڈی

سلسلہ عارفیہ حیدرآباد پر حکم شرعی

۱۵؍جون ۲۰۱۵ء، ۱۰ بجے نوری مسجد نئی بستی میں شہر بھیونڈی کے معتمد علمائے کرام اور مفتیان اسلام نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ سلسلہ عارفیہ حیدرآباد گمراہ اور گمراہ گر لوگوں کا سلسلہ ہے اس سلسلہ میں مرید ہونا ناجائز و حرام، اس کے اجتماعات میں شرکت ناجائز و گناہ، ائمہ کرام اور علمائے عظام اپنی تقریروں میں اس کے بائیکاٹ کا اعلان کردیں، سلسلہ عارفیہ کے نام نہاد مشائخ جب تک تکفیر دیابنہ اور حسام الحرمین کی تصدیق نہ کردیں اور دیگر قابل گرفت عقائد ونظریات سے توبہ نہ کرلیں اس وقت تک اس سلسلہ کا بائیکاٹ جاری رکھیں۔

(۱) سید محمد سمنانی میاں ناظم اعلیٰ دارالعلوم دیوان شاہ بھیونڈی

(۲) مولانا ہدایت اللہ اشرفی مہتمم فیضان اشرف العلماء بھیونڈی

(۳) مفتی محمد عاقب قادری شافعی نظام پورہ بھیونڈی

(۴) مولانا فخرالدین حشمتی مہتمم مدرسہ حشمت الرضا بھیونڈی

(۵) مولانا قاری محمد قطب الدین رضوی رضا دارالافتاء بھیونڈی

(۶) مولانا زین العابدین سنی جامع مسجد غیبی نگر بھیونڈی

(۷) مولانا مفتی سید محمد واقف اشرفی پرنسپل دارالعلوم دیوان شاہ بھیونڈی

(۸) مولانا مفتی احمد رضا قادری شافعی نظام پورہ بھیونڈی

(۹) مولانا محمد کوثر مصباحی غوثیہ اشرفیہ کھاڑی پار

(۱۰) مفتی شمیم احمد نوری نائب قاضی شہر کانپور

(۱۱) مفتی محمد محبوب رضا مصباحی رضا دارالافتاء بھیونڈی

مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بھی علمائے کرام ہیں جن کے اسماء کو ان شاء اللہ تفصیلی فتوی میں شائع کیا جائے گا۔

فروغ اہلسنت کیلئے امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

۳) مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً وعظاً ومناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔

۶) حمایت مذہب اور رد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دیکر تصنیف کرائے جائیں۔

۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔

۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو، آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹) جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کی حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ کم سے کم ہفتہ وار پہونچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد" کہ آخری زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا،، اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔